بچوں اور نوجوانوں کیلئے تاریخی، اصلاحی اور دینی

ذخیرۂ قصص

مرتبہ

عالی جناب مولانا مظاہر حسین صاحب قبلہ

عباس بک ایجنسی

رستم نگر، درگاہ حضرت عباس، لکھنؤ۔۳ (انڈیا)

بچوں اور نوجوانوں کیلئے تاریخی، اصلاحی اور دینی

ذخیرۂ قصص

مرتبہ

عالی جناب مولانا مظاہر حسین صاحب قبلہ

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : ذخیرۂ قصص
مرتبہ : مظاہر حسین مظفر نگری
ناشر : عباس بک ایجنسی، لکھنؤ۔۳
کتابت : نصیب علی
سنہ طباعت : جنوری ۲۰۰۳ء
تعداد : ایک ہزار
ہدیہ : ۲۵ روپیہ

ملنے کا پتہ:

عباس بک ایجنسی ۔ رستم نگر درگاہ حضرت عباس لکھنؤ
فون نمبر: 2647590, 2001816
فیکس نمبر: 2647910-2261954

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	انتساب	۶	۱۵	ایک جوان کی فریاد	۲۹
۲	ذخیرۂ قصص معرفت کا دریا	۷	۱۶	گائے نے گدھے کو مار ڈالا	۳۱
۳	پیش لفظ	۹	۱۷	بابرکت گلو بند	۳۲
۴	اپنی جنت نہ دیکھ سکا	۱۱	۱۸	امام حسنؑ اور مرد شامی	۳۵
۵	بوسیدہ ہڈیوں کی فریاد	۱۳	۱۹	قبر حسینؑ کانپ اٹھی	۳۶
۶	چھوٹا منہ بڑی بات	۱۵	۲۰	ایک قیدی کی فرمائش	۳۷
۷	خوبی دیکھو عیب نہیں	۱۷	۲۱	اب زمانہ کیسا ہے	۳۸
۸	حضرت عیسیٰؑ کی نصیحت	۱۸	۲۲	پرانی گدڑی	۴۲
۹	مومن کی خاطر نبیؐ کی بعثت	۱۹	۲۳	خوفناک خواب	۴۳
۱۰	جنوں کا جزیرہ	۲۰	۲۴	ایک گھر ہزار باسی	۴۴
۱۱	یا علی مدد	۲۳	۲۵	ابو حنیفہ کا امتحان	۴۵
۱۲	پتھر کے نیچے چشمۂ آب	۲۵	۲۶	ابو حنیفہ اور ایک کمسن بچہ	۴۶
۱۳	عدالت کے کٹہرے میں	۲۶	۲۷	امام رضاؑ سے چڑیوں کی فریاد	۴۸
۱۴	امتیاز جتانا بے جا ہے	۲۸	۲۸	خانۂ امام رضاؑ میں مجلس سید الشہداء	۴۹

ردیف	عنوان	صفحہ	ردیف	عنوان	صفحہ
۲۹	انگوٹھی اور جنوں کا ہدیہ	۵۰	۴۶	روز محشر میری آنکھوں کے سامنے ہے	۷۵
۳۰	ایک ٹانگ جو دو ٹکڑے ہو گیا تھا	۵۲	۴۷	باپ دنیا کا عاشق اور بیٹا بیزار	۷۷
۳۱	قیدی کی رہائی	۵۴	۴۸	افسوس کہ میں پہچان نہ سکا	۸۰
۳۲	ڈھول کا پول کیسے کھلا	۵۶	۴۹	ایک پرندوں سے بادشاہ متاثر	۸۲
۳۳	انقلاب مہدی کا پیش خیمہ	۵۸	۵۰	بے حیا عابد با حیا کتا	۸۴
۳۴	علامہ حلیؒ اور ایک بزرگوار	۶۰	۵۱	حسرت کا زہر	۸۶
۳۵	ابھی ہاتھوں کی مہندی بھی نہیں گئی	۶۱	۵۲	پُرخوری کا انجام	۸۷
۳۶	قبر کلینی میں شیر خوار بچہ	۶۲	۵۳	صدقہ دو اماں میں رہو	۸۸
۳۷	شیخ انصاری دام شیطان سے بچ نکلے	۶۳	۵۴	ایک پیالے سے تقدیر بدل گئی	۸۹
۳۸	آشوب چشم سے ہمیشہ کیلئے نجات	۶۴	۵۵	میں نے شیطان کی ماں کو دیکھا ہے	۹۰
۳۹	اعجاز عرف بھالی کی سچی داستان	۶۵	۵۶	حقیقی حاجی	۹۱
۴۰	مغرور سپاہی کو سزا	۶۶	۵۷	حقیقی عمر کیا ہے	۹۲
۴۱	شاہ اسماعیل قبر حر پر	۶۷	۵۸	علم انسان کا زیور ہے	۹۳
۴۲	کور مادرزاد کو چشم بینا مل گئی	۶۹	۵۹	پڑوسی کی شکایت	۹۴
۴۳	ایک جنگجو خاتون	۷۰	۶۰	بہو کو تنبیہ	۹۵
۴۴	صفیہ اسلام کی عظیم خاتون	۷۲	۶۱	زمیندار اور اس کا نوکر	۹۶
۴۵	ایک انوکھا تجربہ	۷۴	۶۲	اپنے ہی خنجر پر معاویہ خاموش	۹۷

ردیف	عنوان	صفحہ	ردیف	عنوان	صفحہ
۶۳	داروغہ جی کی شیخی	۹۹	۷۰	خلیفہ کی قیمت	۱۰۶
۶۴	غرور کا سر نیچا	۱۰۰	۷۱	چور سے ہوشیار	۱۰۷
۶۵	شہرت کا بدکاری	۱۰۱	۷۲	شیطان پانی میں	۱۰۸
۶۶	داڑھی میں تنکا	۱۰۲	۷۳	کون زیادہ برا ہے	۱۰۹
۶۷	آہستہ بولو کہیں کتے نہ سن لیں	۱۰۳	۷۴	رمضان کیسے گیا	۱۱۰
۶۸	بہلول دانا اور ایک چور	۱۰۴	۷۵	ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ	۱۱۱
۶۹	عیب دار ترازو	۱۰۵	۷۶	منابع کتاب	۱۱۲

انتساب

قوم و ملت کے عزیز نوجوانوں کے نام جو دین و مذہب کے مستقبل کا قیمتی سرمایہ ہیں۔

مظاہر

''ذخیرہ قصص''

معرفت کا دریا ہے

کہانی اور قصے انسانی سماج کی دلچسپیوں کا محور ہوا کرتے ہیں۔ خاص طور پر کہانیاں بچوں کی توجہ کا مرکز ہوا کرتی ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب بعض ادیبوں نے اپنے تخیلات کو کہانی کی قالب میں ڈھال کر بہت ہی خوبصورت اور دل آویز داستانیں وضع کیں۔ جو اپنی مقبولیت کی بنیاد پر آج بھی زبان زد خاص و عام ہیں۔ جیسے ''طوطا مینا''۔ ''گل بکاولی''۔ ''گل صنوبر''۔ ''الف لیلا''۔ ''علی بابا چالیس چور'' وغیرہ وغیرہ۔

مگر ان فرضی اور قیاسی داستانوں سے انسانی زندگی کو بہتر نہیں بنایا جا سکتا۔ انسانی برادری کی فلاح و بہبودی کے لئے ایسی واقعات سپرد قرطاس و قلم ہوں جن میں اخلاقی اقدار کی بلندی، ایمان کی پختگی، ایثار و وفا کی چاشنی، حیات انسانی کی سچائی، معرفت الٰہی، سیرت اہل بیتؑ کی روشنی، حسن عمل کی پاکیزگی اور علم حقیقی کی نورانیت کا ''ذخیرہ'' موجود ہو۔ جس سے اسلامی سماج اور انسانی معاشرے کی ترقی کی راہ ہموار ہو سکے۔

الحمد للہ! اس پر آشوب دور میں جہاں ہر طرف خود غرضی اور نفسا نفسی کا عالم ہے کچھ حق شناس فلاحِ ملتِ اسلامیہ کی فکر میں منہمک رہتے ہیں۔ انہیں میں ایک عدیم المثال عالم باعمل، صاحبِ ورع، معلم عربی عالی جناب مولانا مظاہر حسین صاحب قبلہ کی ذات والاصفات محتاج تعارف نہیں۔ آپ شہر میرٹھ کے تاریخی مایہ ناز ادارہ ''منصبیہ عربی کالج'' کے بہترین اساتذہ میں شمار کئے

جاتے ہیں۔ اس سے قبل حوزہ علمیہ امام حسینؑ مظفر نگر، میں بھی تدریس کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ آپ نے ملت جعفریہ کے جوانوں اور بچّوں کی فلاح کی خاطر اصلاحی قدم اُٹھایا، اور بڑی عرق ریزی کے بعد ''ذخیرۂ قصص'' مرتب فرمائی۔ جس میں ۷۰ سے زائد سچے اسلامی اخلاقی، سبق آموز قصے واقعات اور مکالمے تحریر کئے۔ جنہیں پڑھ کر خود صاحبان مطالعہ اپنی بصیرت و روشن فکری سے اپنے اعمال کی اصلاح کر کے اپنا کردار بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں۔

ہر عنوان اور ہر واقعہ اخلاق و معارف کا وہ بے بہا خزانہ لئے ہوئے ہے جو لائق ستائش اور اپنی مثال آپ ہے۔ بعض واقعات بالکل نئے ہیں۔ جنہیں بہت پہلے منظر عام پر آنا چاہیے تھا۔ خیر، یہ کتاب جہاں اخلاقیات سنوارتی ہے وہی سچی معلومات کا بحر ذخار بھی ہے۔ جو قوم کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ مولانا موصوف ایک اچھے صاحب قلم، عالم دین ہیں۔ انکی آئندہ کاوش ''مردان تاریخ'' اور ''زنانِ تاریخ'' بھی عظیم شاہکار ہونگی۔ جن میں مذہب اسلام کے مایۂ ناز بہادر مرد و خواتین کا ذکر بے بہا معتبر حوالہ جات کے ساتھ کیا گیا ہے۔ آئندہ آنے والی یہ کتابیں بھی معرفت کا سمندر اور حقیقی معلومات کا انمول خزانہ ہونگی۔ خدا کرے یہ کتابیں بہت جلد منظر عام پر آئیں۔ آمین۔

خداوند منّان بحق چہاردہ معصومینؑ مولانا موصوف کی پاکیزہ کاوشوں کو قبول فرمائے اور اُن کے درجات عالیہ میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین ثم آمین

گدائے در اہل بیتؑ

انیس میرٹھی

قیصر گنج، میرٹھ شہر

۲۰ ردسمبر ۲۰۰۲ء

بسمہ تعالیٰ

پیش لفظ

عام طور سے عقلی اور استدلالی مسائل ذہن سے نکل جاتے ہیں لیکن واقعات و قصص ذہن میں اپنا نقش ضرور چھوڑ جاتے ہیں، پیشِ نظر کتاب سبق آموز اور عبرت انگیز واقعات و قصص کا ذخیرہ ہے جو اُردو، فارسی اور عربی میں تحریر شدہ تاریخی، اخلاقی اور دینی مشہور کتابوں سے خوشہ چینی کیا گیا ہے۔

تمتع زہر گوشہ ای یافتم —— زہر خرمنی خوشہ ای یافتم

حقیر جب سنہ ۱۹۹۲ء میں حوزہ علمیہ امام حسینؑ۔ مظفر نگر۔ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا تھا تو مذکورہ ادارے سے ملحقہ مدارس کیلئے پانچویں تک اُردو ریڈر مرتب کی تھیں، اس وقت یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ اپنے عزیز نوجوانوں کے لئے ایک اصلاحی، علمی، اخلاقی اور دینی قصص و واقعات کا مجموعہ پیش کروں گا خدا کا شکر ہے کہ آج اس مجموعہ کو اپنے عزیز نوجوانوں کے سپرد کر رہا ہوں۔

اس مجموعہ میں انبیاء کرامؑ کے واقعات، آئمہ معصومینؑ کے کردار و سیرت کی جھلکیاں، علماء و بزرگانِ دین کے حالات، حقائق پر مبنی معجزات و کرامات اور سبق آموز لطیفے و حکایات درج ہیں۔ مطالب نہایت آسان اور سادہ زبان میں ہیں تنقید و تعقید یا گتھیوں کے نتائج کی تھونپا تھانپی سے گریز کیا ہے بلکہ اس مرحلے کو خود محترم قارئین پر چھوڑ دیا ہے۔

عام طور سے انسان طولانی باتوں سے جلد گھبرا جاتا ہے اس لئے بعض واقعات وقصص کو مختصر یا کہیں کہیں حوالوں کی اصلی عبارت میں قدرے تصرف کیا ہے ۔

تجربہ واطمینان کیلئے بہت سے واقعات وقصص میں نے اپنے بچّوں کو بھی سنائے آج بھی ان کا اصرار رہتا ہے ، بزرگ حضرات بھی انھیں پڑھ کر قصہ ، کہانی کی جگہ اپنے بچوں کو سنا سکتے ہیں ، اس سے ان کی دینی واخلاقی معلومات میں اضافہ ہو گا ۔

بجا ہے کہ میں یہاں اپنے ان محترم دوستوں کا بھی شکریہ ادا کروں جھنوں نے اس کتاب پر نظر ثانی کی اور طباعت میں میرا تعاون فرمایا ۔

میں نے حتی الامکان یہی کوشش کی ہے کہ کتاب کے کسی گوشہ میں کوئی کمی بیشی واقع نہ ہو ، لیکن پھر بھی صاحبانِ نقد ونظر سے گزارش ہے کہ اگر کتاب کے کسی حصّہ میں کوئی ایسا مورد نظر آئے تو چشم پوشی فرماکر حقیر کے علم میں اضافہ فرمائیں ۔

آخر میں خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ میری اس ناچیز خدمت کو مصلح اعظم حضرت امام زمانہؑ اور آپؑ کے آباء واجدادؑ کی خشنودی کا باعث قرار دے اور مجھے اور میرے محترم قارئین کو دنیا وآخرت کی سعادت نصیب فرمائے ۔ آمین

والسلام

مظاہر

گڑھی مجھیڑہ ، میرانپور ضلع مظفر نگر ، یوپی

۱۵ / شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ ق ۔

اپنی جنت نہ دیکھ سکا

حضرت نوح علیہ السلام کی پانچویں پشت میں " عاد " نام کا ایک شخص تھا اس کے دو بیٹے تھے شدید اور شدّاد ، شدید کے بعد شدّاد بادشاہ ہوا تو اس نے اتنی ترقی کی کہ چار سو بادشاہ اس کے تحت میں آگئے ، اسی اقتدار کی بنیاد پر اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا ، جب اس وقت کے پیغمبرؑ ، شدّاد کی ہدایت کو آئے تو اس نے کہا : ایمان لانے کا فائدہ کیا ہے ؟ پیغمبرؑ نے فرمایا : خدا جنّت عطا کرے گا ——— شدّاد نے کہا جنت تو میں بھی بنا سکتا ہوں ۔

غرض شدّاد نے ایک معتدل آب وہوا والی زمین تجویز کی اور ایک لاکھ مزدور لگاکر بہشت بنانا شروع کر دی ، اس نے اپنے تحت بادشاہوں کے پاس سے تمام جواہرات اور سیم وزر اکٹھا کر کے اس بہشت میں لگا دئے اور دو سال کے بعد جب یہ تیار ہوئی تو اس کا نام اپنے دادا کے نام پر " ارم " رکھا ، اس بہشت کی اینٹیں سونے چاندی کی تھیں اور اینٹوں کے شگاف میں موتی ، یاقوت اور ہیرے جڑے تھے اور فرش مشک وعنبر کا تھا ، اس میں ایک ہزار محل تھے جن کے گرداگرد ہزار بالاخانے اور ہزار ایوان تھے ہر محل کے سامنے ایک درخت تھا ، جس کی شاخیں سونے کی ، پتّے زبرجد کے اور خوشے موتیوں کے تھے ۔

جب یہ باغ تیار ہوا تو شدّاد اپنے حشم و خدم کے ساتھ اس کو دیکھنے کے لئے چلا جب قریب پہونچا تو اس نے ایک خوفناک آواز سنی اور ایک بھیانک صورت نظر آئی، پوچھا: تم کون ہو، جواب ملا: میں ملک الموت ہوں اور تیری روح قبض کرنے آیا ہوں۔ شدّاد نے کہا، اتنی مہلت دو کہ میں اپنا باغ دیکھ لوں: کہا ہرگز نہیں۔

غرض شدّاد کا ایک پاؤں چوکھٹ پر اور دوسرا اس کے باہر تھا کہ ملک الموت نے اس کی روح قبض کرلی اور جنت آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔

۱؎ قرآن مجید مترجم فرمان علی اعلی اللہ مقامہ۔ سورہ فجر آیت ۶ کی تفسیر

بوسیدہ ہڈیوں کی فریاد

روایت ہے کہ جب "حضرت داؤدؑ" سے ترک اولیٰ سرزد ہوا تو کوہ و بیابان میں جاکر آہ و زاری کی تو چلتے چلتے آپ اس پہاڑی پر جا پہونچے، جہاں ایک غار میں جناب "حزقیلؑ" معروف عبادت تھے، جب "حزقیلؑ" نے پہاڑوں اور حیوانوں کا گریہ سنا تو سمجھ گئے کہ یہ جناب داؤدؑ ہیں جو تشریف لا رہے ہیں، الغرض جناب داؤدؑ غار کے دھانے پر پہنچے اور آواز دی اے "حزقیلؑ" کیا اجازت ہے کہ میں آپ کے پاس آجاؤں، جناب "حزقیل" نے جواب دیا: نہیں کیونکہ آپ ترک اولیٰ کے مرتکب ہو چکے ہیں لیکن اللہ نے انھیں وحی کی کہ "داؤدؑ" کو ترک اولیٰ کی وجہ سے سرزنش نہ کرو، بلکہ ہم سے ان کے لئے عفو و عافیت طلب کرو، کیونکہ ہم جب کسی کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں تو اس سے خطا ضرور سرزد ہوتی ہے۔

جناب "حزقیلؑ" نے حضرت داؤدؑ کو آنے کی اجازت دی، جناب داؤدؑ قریب پہنچے اور پوچھا: اے "حزقیلؑ" کیا آپ نے کبھی گناہ کا ارادہ کیا ہے کہا: نہیں پوچھا: کبھی غرور میں مبتلا ہوئے ہیں؟ جواب دیا: نہیں پھر پوچھا: کیا دنیا اور اس کی لذتوں پر آپ کا دل آتا ہے؟ کہا: ہاں پوچھا: پھر آپ اس کا کیا علاج کرتے ہیں! فرمایا غار کے شگاف میں داخل ہو جاتا ہوں اور جو کچھ وہاں دیکھتا ہوں اس سے عبرت

لیتا ہوں،،

جناب داؤدؑ جب غار کے شگاف میں داخل ہوئے تو دیکھا، ایک لوہے کا تخت ہے جس پر بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہیں اور ایک آہنی تختی اس کے نزدیک رکھی ہے جس پر یہ عبارت تحریر ہے؛

(میرا نام اروائی ابن شلم ہے) میں نے ہزار سال حکومت کی، ہزار شہر آباد کئے اور ہزار دوشیزاؤں سے شادی رچائی، لیکن میرا انجام دیکھو کہ بستر خاک اور تکیہ پتھر کا ہے اور جسم کیڑوں مکوڑوں کی آماج گاہ بنا ہوا ہے لہٰذا جو کوئی مجھے دیکھے دنیا کا فریب نہ کھائے۔

ع آخری جس کا ٹھکانہ ایک مٹھی خاک ہو
کیوں بنائے زندگی میں قصر وہ گردوں شگاف[1]

---

[1] استفادہ منہ۔

چھوٹا منہ بڑی بات

ایک چڑے نے اپنی چڑیا سے کہا؛ تو مجھے خاطر میں نہیں لاتی تجھے نہیں معلوم کہ اگر میں چاہوں تو گنبد سلیمانؑ کو اپنی چونچ میں بھر کر دریا میں ڈال دوں! ہوا نے یہ بات حضرت سلیمان پیغمبرؑ تک پہونچادی، آپ مسکرائے اور دونوں کو اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا اور چڑے سے پوچھا؛ تو نے اتنا بڑا دعویٰ کیوں کیا ہے، کیا واقعی تو ایسا کر سکتا ہے؟ چڑے نے کہا؛ یا نبیَ اللہ ہر گز نہیں، لیکن ہر ایک اپنی بیوی کے سامنے خود کو بڑا پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی تعریف میں زمین و آسمان ایک کر دیتا ہے اس لئے عاشق اپنی باتوں کے سبب قابل غذمت نہیں ہوتا۔

حضرتؑ نے چڑیا سے دریافت کیا کہ جب تیرا شوہر اتنے بڑے دعوے کرتا ہے تو پھر اس عدمِ توجہی اور روگردانی کی کیا وجہ ہے؟

چڑیا نے کہا؛ یا نبیؑ اللہ یہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور ہر گز مجھ سے محبت نہیں کرتا بلکہ میرے علاوہ کسی اور کی محبت میں گرفتار ہے پھر آپؑ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ کیا محبوب کی محبت کے ساتھ غیر کی محبت جمع ہو سکتی ہے؟

سلیمانؑ پیغمبر چڑیا کی بات سے بہت متاثر ہوئے اور آپ پر رقت طاری ہو گئی، چالیس دن تک عبادتگاہ سے باہر نہیں آئے اور گریہ وزاری کے ساتھ خدا کے حضور

میں یہ دعا کرتے رہے :۔

" پروردگارا میرے دل کو کسی غیر کی محبت سے پاک رکھ اور صرف اپنی دوستی و محبت سے ہی مخصوص فرما[1]

---

[1] سفینۃ البحار جلد ۲ ص ۱۳۳ ۔ انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۲۵۷

خوبی دیکھو، عیب نہیں

منقول ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰؑ اپنے حواریوں کے ساتھ ایک راستے سے گزرے تو دیکھا ایک مرا ہوا کتا پڑا ہے، جس کے سڑنے سے بدبو پھیلی ہوئی ہے، حواریوں نے کہا اس کتے سے کس قدر بو آرہی ہے کہ فضا آلودہ ہو گئی ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس کے دانت نہیں دیکھے کس قدر سفید اور خوبصورت ہیں[1]۔

مطلب یہ تھا کہ لوگوں کے عیب مت دیکھو بلکہ ان کی خوبیوں کو بھی پیش نظر رکھو تاکہ دوسرے بھی تمھارے عیب زبان پر نہ لائیں۔

---

[1] حیات القلوب جلد ا صفحہ ۷۶۶ (اردو)

حضرت عیسیٰؑ کی نصیحت

ایک روز جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: میری ایک حاجت ہے کیا تم لوگ اُسے پورا کر سکتے ہو؟ حوارین نے کہا: یا حضرت آپ کا حکم سر آنکھوں پر فرمائیے تو صحیح کیا حکم ہے؟

حضرت عیسیٰؑ اپنی جگہ سے اُٹھے اور انکے پیر دھونے لگے، حوارین نے کہا: یا نبی اللہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ایک عالم کے لئے زیادہ سزاوار ہے کہ وہ لوگوں کی خدمت کرے، میں نے تواضع و انکساری کا ایک نمونہ پیش کیا ہے تاکہ میرے بعد تم بھی لوگوں کے ساتھ انکساری سے پیش آؤ۔

اس کے بعد فرمایا: تواضع و فروتنی سے حکمت کی اشاعت ہوتی ہے، تکبّر و نخوت سے نہیں، جس طرح گھاس نرم اور ہموار زمین میں اُگتی ہے سنگلاخ میں نہیں۔[1]

---

[1] حیات القلوب جلد ا صفحہ ۵۶۔

مومن کی خاطر نبی کی بعثت

ایک ظالم بادشاہ سیر و تفریح کے لئے جنگل میں نکلا اس کا گذر ایک سر سبز و شاداب زمین سے ہوا جو کسی مومن کی تھی، بادشاہ کو یہ زمین پسند آئی، اپنے وزیروں سے پوچھا: یہ زمین کس کی ہے انھوں نے بتایا کہ فلاں مومن کی ہے، بادشاہ نے بلوا کر جب مومن سے زمین کے بارے میں بات کی تو اس نے کہا میرے بچے اس زمین کے تجھ سے زیادہ محتاج ہیں، اس پر بادشاہ کی آنکھوں میں شرارے اُتر آئے اور ایک خطرناک منصوبے کے تحت اس مومنِ خدا کو قتل کرا دیا، اور زمین پر قابض ہو کر اس کے بچوں کو محتاج بنا دیا۔

خداوند عالم نے جب اس ظالم و جبار بادشاہ کی یہ حرکت دیکھی تو غضبناک ہوا اور اس کے مقابلہ کے لئے جناب اِدریسؑ کو مبعوث فرمایا اور وحی کی کہ اس ظالم و جابر کے پاس جا کر کہو کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم کہ قیامت کے دن تجھ سے اس مومن کا انتقام لونگا اور دنیا میں تیری بادشاہت مٹا دونگا، تیرے شہر کو برباد اور تیری عزت خاک میں ملا دوں گا اور تیری عورت کا گوشت کتّوں کو کھلاؤں گا کیا میرے حلم اور برداشت نے تجھے اتنا مغرور کر دیا ہے کہ ہمارے خالص بندوں کا خون بہائے؟ جناب ادریسؑ نے یہ پیغام پہونچا دیا اور کچھ مدت بعد وعدۂ حق پورا ہو گیا۔[1]

---

[1] حیات القلوب جلد ا صفحہ ۱۵۔

جنوں کا جزیرہ

شیخ یوسف بحرانی ابن جوزی کی کتاب الوعظ سے نقل فرماتے ہیں کہ محمد ابن ادریس کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے ایک پادری کو دیکھا جو خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی اور اس سے اپنے آبائی دین عیسائیت سے روگردانی اور اسلام اختیار کرنے کا سبب پوچھا تو اس نے یہ عبرتناک واقعہ سنایا:

ایک روز میں کشتی میں بیٹھا دریا کی سیر کر رہا تھا کہ ناگہاں کشتی کو ایک جھٹکا لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے پرخچے اڑ گئے، لوگ ڈوبنے لگے اور میں سنبھل کر ایک تختہ پر سہارا لینے میں کامیاب ہو گیا اور پھر موجوں کے تھپیڑوں نے مجھے ایک جزیرہ پر پہنچا دیا جو بڑا سرسبز و شاداب اور پھل دار درختوں سے گھرا ہوا تھا۔

میں دریا سے نکل آیا اور کچھ دور پہنچ کر ایک پھل دار درخت کے نیچے بیٹھ گیا، اس کے پھل بڑے میٹھے رسیلے اور خوش ذائقہ تھے، قریب سے ایک ندی بھی بہہ رہی تھی جس کا پانی نہایت صاف و شفاف تھا، میں نے پھلوں سے بھوک اور ندی کے پانی سے اپنی پیاس بجھائی اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے دعا کی کہ میں بخیر و عافیت اپنے گھر پہنچ جاؤں۔

غرض شام ہو گئی، اندھیرا چھانے لگا اور میں درندوں کے خوف سے ایک پیڑ کی چوٹی پر جا بیٹھا، ابھی آدھی رات بھی نہ گذری تھی کہ اچانک دریا کی سطح پر میں نے ایک عجیب و غریب جانور کو دیکھا جو تسبیح خدا کر رہا تھا اور اپنی دعا میں یہ کلمات ادا کر رہا تھا:

اللہ ، محمدؐ ، علیؑ ، فاطمہؑ ، حسنؑ ، حسینؑ

وہ یہ کلمات ادا کرتا رہا یہاں تک صبح ہو گئی، پھر اس نے دوسری دعا شروع کی اس میں بھی انھیں کلمات کا ورد کر رہا تھا یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔

میں درخت سے نیچے اترا اور ایک جھیل سے گزرتا ہوا بیابان میں نکل آیا یہاں بھی میں نے ایک جانور کو دیکھا کہ جس کا سر شترمرغ، پیر اونٹ، دُم مچھلی اور چہرہ انسان کی شکل کا تھا، میں نے جب یہ دیکھا تو خوف سے لرز اٹھا اور جان بچانے کی غرض سے راہِ فرار اختیار کی لیکن وہ آگے بڑھا اور میری زبان میں بولا:

ٹھہر جاؤ اور آگے مت بڑھو!

میں ٹھہر گیا، اس نے میرا دین پوچھا، میں نے جواب دیا میں عیسائی ہوں! حیوان نے کہا: اب تم ایسی سرزمین پر آ گئے ہو جہاں قومِ جن کے مومنین آباد ہیں، لہٰذا اگر اپنی نجات چاہتے ہو تو اسلام لاؤ اور ایمان اختیار کرو۔

میں نے پوچھا: وہ کیسے؟

کہا: کلمۂ شہادتین پڑھو، حضرت علیؑ کی ولایت کا اقرار کرو، نماز پڑھو اور اہلبیت اطہارؑ کے دشمنوں سے بیزاری کرو۔

میں نے پوچھا: یہ دین اور اس کے احکام تمھیں کہاں سے حاصل ہوئے؟

کہا: ہمارے بزرگانِ قوم حضرت محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضورؐ نے فرمایا: قیامت کے دن بہشت فریاد کرے گی کہ خدایا! تیرا وعدہ ہے کہ تو میرے ستونوں کو مضبوط بنائے گا اور کچھ انوارِ مقدسہ سے مجھے مزیّن کرے گا لہٰذا اب اپنا وعدہ پورا فرما۔

اس کے جواب میں خدا فرمائے گا: اے جنت جا میں نے تیرے ستون مضبوط کئے

اور اپنے حبیبؐ کی بیٹی فاطمہؑ ، اس کے شوہر علیؑ اور دونوں بیٹے حسنینؑ کے انوار مقدسہ سے تجھے مزیّن کیا۔

یہ سن کر ہماری قوم کے بزرگوں نے ان انوار مقدّسہ کی محبت کو اپنے دل میں بسا لیا اور اس طرح ہم دین اسلام سے مشرف ہو گئے،

پادری کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ سنا تو میری زبان پر خود بخود کلمہ جاری ہو گیا اور پنجتن پاکؑ کی محبت سے دل لبریز ہو گیا۔

اس کے بعد اس جن نے مجھے کشتی میں بٹھایا جس میں بارہ عیسائی سوار تھے میں نے انھیں اپنی داستان سنائی تو وہ بھی ایمان لائے اس طرح میں صحیح و سالم اپنے گھر آ گیا۔

ا۔ کشکول نمونہ ص ۳۰

یا علیؑ مدد

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں مناجات کرتے ہوئے کہا: بارالٰہا، مجھے ایسا اسم اعظم تعلیم فرما جو دنیا و آخرت کی سعادت کا ضامن ہو، آواز آئی! اے موسیٰؑ! کل فلاں مقام پر جاؤ تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی!

چنانچہ صبح ہوتے ہی حضرت موسیٰؑ اس جگہ پہنچے اور چاروں طرف دیکھا، کچھ دکھائی نہ دیا تھوڑی دیر بعد اچانک آپ کی نظر ایک سنگریزہ پر جا ٹھہری جو نہایت صاف و شفاف اور چمکدار تھا آواز آئی، اے موسیٰؑ! یہ پتھر اٹھا لو اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰؑ پتھر کی طرف بڑھے اور اسے اٹھانا چاہا مگر اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے، آپکو بڑی حیرت ہوئی اور دل میں کہا: عجیب بات ہے کہ موسیٰ جیسا اللہ کا نبی، صاحب توریت اور کلیم خدا اس چھوٹے سے پتھر کو نہ اٹھا سکا!

جناب موسیٰؑ نے دوبارہ ہاتھ بڑھائے اور پتھر اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس بار بھی کامیاب نہ ہو سکے فرمایا: اے پتھر کیا تو مجھے نہیں جانتا! میں موسیٰ کلیم خدا اور اللہ کا نبی ہوں، وہی موسیٰؑ جس نے بحکم خدا پتھر پر اپنا عصا مارا تو پتھر چور چور ہو گیا اور پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے فرعون کے دربار میں زمین پر پھینکا تو اژدھا بن گیا اور جادوگروں کے تمام سانپوں کو نگل گیا، وہی موسیٰؑ جو ید بیضا کا مالک بنا اور نو معجزے لے کر فرعون اور اس کی قوم والوں کے پاس گیا، لیکن تو

اسی موسیٰؑ کے سامنے اتنی جرائت کر رہا ہے کہ اپنی جگہ سے ہلتا بھی نہیں ہے ۔

یہ کہتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار پھر اٹھانا چاہا لیکن پتھر اپنی جگہ سے نہ ہلا ۔ حضرت موسیٰؑ کو بڑی تشویش ہوئی کہ آخر وجہ کیا ہے ، اچانک پتھر بحکم خدا گویا ہوا : اے موسیٰؑ اگر تم مجھے اٹھانا چاہتے ہو تو پہلے " یا علیؑ مدد " کہو کیونکہ یہی ایک ایسا اسم عظیم ہے جو دنیا و آخرت کی سعادت و کامیابی کا ضامن ہے ۔

حضرت علی علیہ السلام کا نام سنتے ہی جناب موسیٰؑ لرز اٹھے ، رونگٹے کھڑے ہو گئے ، آنکھوں میں پانی بھر آیا " یا علیؑ مدد " کہہ کر جو اپنا ہاتھ بڑھایا تو سنگریزہ تسبیح خدا بجالاتا ہوا آپ کے دست مبارک میں آگیا اور آپ سے مخاطب ہوا : اے موسیٰؑ ! اگر اسرار الٰہی کو جاننا چاہتے ہو تو اس پہاڑی کی بلندی پر جاؤ جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے ۔

غرض جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے تو اس قسم کے بہت سے پتھروں کا مشاہدہ کیا اور جو پتھر اپنے ساتھ لائے تھے ایک معین جگہ پر رکھ دیا اور عبادت میں مشغول ہو گئے عبادت کے بعد جب آپ اس پتھر کے پاس آئے تو وہ غائب ہو چکا تھا ، آپ کو بڑا تعجب ہوا کہ ناگہاں ایک گوشہ سے آواز آئی : اے موسیٰؑ اب تم مجھے نہیں دیکھ سکتے بس یہ یاد رکھو کہ دنیا و آخرت کی سعادت و سرفرازی عشق علیؑ سے وابستہ ہے لہذا جب تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو کہو !

نادِ علیاً مظہرَ العجائب تجدہُ عوناً لکَ فی النوائب کلُّ ھمٍّ و
غمٍّ سینجلی بولایتکَ یا علیُّ یا علیُّ یا علیُّ ، [۱]

—○—

۱ کرامت صالحین ص ۲۴۴ ۔

پتھر کے نیچے چشمۂ آب

حضرت علیؑ جنگ " صفین " سے واپس آتے ہوئے ایک صحرائے لق و دق سے گزرے ، شدت گرما سے لشکر کا پیاس سے برا حال تھا ، لوگوں نے پانی طلب کیا ، آپ نے صحرا ، میں ایک نظر ڈالی ، قریب میں ایک بہت بڑا پتھر دکھائی دیا ، حضرتؑ اس کے قریب گئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا :

اے سنگِ خارا بتا اس صحرا میں پانی کہاں ہے ، پتھر قدرتِ خدا سے گویا ہوا " الماء تحتی " چشمۂ آب میرے نیچے ہے ، حضرتؑ نے لشکر سے کہا پتھر کو ہٹاؤ ، ایک سو آدمیوں نے پتھر ہٹانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے ، پھر آپؑ نے لبِ مبارک کو جنبش دی اور اپنا دستِ خیبر شکن اس پر مارا پتھر دور جا پڑا ، اس کے ہٹتے ہی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا ، تمام لوگوں نے اپنی پیاس بجھائی اور اپنی اپنی چھاگلیں بھی بھر لیں ، پھر آپؑ نے پتھر کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ پر جا بیٹھے ، ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ پتھر نے ایسا ہی کیا اور خود سرک کر اپنی جگہ جا بیٹھا اور لشکرِ اسلام شکرِ خدا کرتا ہوا روانہ ہو گیا ۔ [۱]

اوصافِ علیؑ بہ گفتگو ممکن نیست — گنجائشِ بحر در سبو ممکن نیست
من ذاتِ علیؑ بواجبی کہ دانم — اِلّا دانم کہ مثل او ممکن نیست

۰۰۰

۱ چودہ ستارے ص ۱۴۳ ۔

عدالت کے کٹہرے میں

جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی زرہ گم ہو گئی۔ آپؑ نے اسے ایک "یہودی" کے پاس دیکھا اور فرمایا: یہ زرہ میری ہے اسے میرے حوالے کرو، یہودی نے انکار کیا، آپ نے اس کے خلاف قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، قاضی نے گواہ طلب کئے، آپ نے اپنے بیٹے حضرت امام حسنؑ کو پیش کر دیا۔ قاضی نے باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی کو تسلیم نہیں کیا اور دعوے کو خارج کر کے فیصلہ یہودی کے حق میں سنا دیا۔

مقدمہ تو ختم ہو گیا مگر یہودی نے اپنے ضمیر کی ملامت کرنے کی وجہ سے اقرار کر لیا کہ یہ زرہ خلیفۂ وقت حضرت علیؑ کی ہے وہ دراصل اسلام کے اس عدل سے مبہوت ہو گیا تھا کہ صاحب اقتدار اور مسلمانوں کا امیر بھی اپنا دعویٰ عدالت میں پیش کرتا ہے اور جب قاضی اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو حق بجانب ہونے کے باوجود اس پر احساس نہیں کرتا جبکہ وہ اپنے قاضی کو معطل بھی کر سکتا ہے، یہودی اسلام کی سچائی کا قائل ہو گیا اور اسلام لا کر حضرت علیؑ کے وفادار ساتھیوں میں شامل ہو گیا یہاں تک کہ جنگ نہروان میں درجہ شہادت پر فائز ہوا

جب مدعا علیہ نے دعوی کی صداقت کا اظہار کر لیا تب آپ نے قاضی کو اس کی جلد بازی پر تنبیہ کی اور تاکید کی کہ آئندہ غلط فیصلہ نہ کیا کرے۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ اسلام امنیت اور سلامتی کا نام ہے اس کے احکام و قوانین سب کے لئے مساوی اور نافذ العمل ہیں یہ زرہ اگرچہ آپ کی ذاتی ملکیت نہ تھی بلکہ بیت المال سے تھی،

جس کے لئے بیٹے کی گواہی کو تسلیم کیا جا سکتا تھا لیکن حضرتؑ نے اپنے خلاف فیصلہ پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا پھر یہ کہ آپ امام اور خلیفہ تھے اور خود فیصلہ کر سکتے تھے، لیکن مقدمہ دائر کر کے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو گئے ——— اور اپنے تئیں کوئی عیب نہیں سمجھا اور یہی سبب بنا کہ یہودی زمرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔[1]

[1] سیرت امیر المومنینؑ ص ۴۳۷۔

امتیاز جتانا بے جا ہے

عبد اللہ ابن ابی رافع بیان کرتے ہیں، کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے دور خلافت میں طلحہ و زبیر حضرتؑ کے پاس آئے اور کہا یا امیر المومنینؑ، حضرت عمر ہمیں بیت المال سے اتنا اور اتنا دیا کرتے تھے، آپ بھی اس کا لحاظ رکھیں، حضرتؑ نے فرمایا اَسے چھوڑ دو کہ فلاں تمھیں کیا دیا کرتا تھا یہ بتاؤ کہ رسولؐ خدا تمھیں کیا دیا کرتے تھے، یہ سن کر وہ چپ ہو گئے،

حضرتؑ نے انھیں خاموش دیکھا تو فرمایا: کیا رسول اللہؐ مساوات اور تقسیم بالسویہ کے اصول پر پابند نہ تھے ؟ کہا: ہاں، فرمایا: پھر سنتِ رسولؐ زیادہ قابل عمل ہے یا سنتِ عمر ؟ کہا: قابل عمل تو سنتِ رسولؐ ہی ہے مگر ہمیں اسلام میں سبقت اور اسلامی جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا شرف حاصل ہے اور رسول اللہ سے قرابت بھی ہے فرمایا: اسلام میں سبقت تمھیں حاصل ہے یا مجھے ؟ کہا: آپ کو: فرمایا: اسلامی جنگوں میں تم نے زیادہ حصہ لیا یا میں نے کہا: آپ نے فرمایا: رسول اللہؐ سے زیادہ قرابت تمھیں حاصل ہے یا مجھے کہا آپ کو پھر حضرت نے ایک مزدور کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اس مال میں میرا اور اس مزدور کا حصہ برابر ہے، جب میں اپنے لئے کسی امتیاز کا قائل نہیں ہوں تو پھر تمھارے لئے کیونکر گوارا کر سکتا ہوں [1]

ایک جوان کی فریاد

ایک لڑکا مدینہ میں فریاد کرتا تھا کہ یا احکم الحاکمین میرے اور میری ماں کے درمیان فیصلہ کر، حضرت عمر نے کہا: اپنی ماں کے خلاف ایسی باتیں کیوں کہتے ہو ؟ اس نے کہا: میری ماں مجھے اپنی فرزندی میں لینے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ مجھے پہچانتی بھی نہیں، حضرت عمر نے اس عورت سے پوچھا تو اس نے تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ میں اللہ و رسولؐ کے حق کی قسم کھاتی ہوں یہ لڑکا میرا نہیں ہے، میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی ہے، بس مجھے رسوا کرنے کیلئے یہ باتیں بنا رہا ہے۔

حضرت عمر نے عورت کی بات سن کر لڑکے کو قید خانے میں بند کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اتفاق سے جب اسے قید خانے جا رہے تھے تو حضرت علیؑ سے ملاقات ہوگئی، لڑکا داد و فریاد کرنے لگا اور اپنی تمام روداد سنا ڈالی، حضرت علیؑ عمر کے پاس آئے اور تجدید نظر کی خواہش کی اور فرمایا کہ اگر کہئے تو اس کا فیصلہ کر دوں، حضرت عمر نے بخوشی منظور کر لیا، حضرت علیؑ نے عورت سے پوچھا کیا تمھارے گواہ بھی ہیں اس نے چالیس گواہ پیش کر دئے، حضرتؑ نے فرمایا میں وہ فیصلہ کرونگا جو مرضیٔ خدا اور رسولؐ کے مطابق ہوگا اس کی تعلیم مجھے خود حبیب خداؐ نے دی ہے، پھر عورت سے پوچھا: تمھارا کوئی ولی ہے ؟ اس نے اپنے بھائیوں کو پیش کر دیا آپ نے ان سے فرمایا میں جو فیصلہ کروں اسے تم اور تمھاری بہن مان لے گی ؟ انھوں نے

کہا: ہاں. حضرت نے فرمایا: میں نے خدا کو گواہ قرار دیتے ہوئے، حاضرین کی موجودگی میں اس عورت کا نکاح چار سو درہم مہر پر اس لڑکے سے کر دیا مہر میں خود ادا کرتا ہوں، اس کے بعد لڑکے سے فرمایا: اپنی دلہن کو لے جاؤ اور اس حالت میں واپس آؤ جو شادی کے تقاضے ہیں، یہ فیصلہ سن کر عورت چیخنے لگی جہنم جہنم! اے رسول کے بھائی آپ میرے لڑکے سے میری شادی کئے دیتے ہیں یہ لڑکا میرا ہے میرے بھائیوں نے ایک غیر کفو سے میری شادی کر دی تھی، جس سے یہ لڑکا پیدا ہوا اب ان کا اصرار ہے کہ میں اس کی ولدیت سے انکار کر دوں، حضرت عمر نے یہ فیصلہ سن کر کہا وَاعُمَراہُ لَوْلَا علیٌ لَهَلَكَ عُمَر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔[1]

ا؎ قضایائے امیر المومنین صـ۲۱ ۔

گائے نے گدھے کو مار ڈالا

تاریخ خطیب بغدادی میں لکھا ہے کہ دو شخص حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک نے کہا یا رسول اللہؐ میرا گدھا تھا اور اس کی گائے، گائے نے گدھے کو مار ڈالا، حاضرین میں سے ایک نے کہا: جانوروں کی لڑائی تھی، ان کے فعل کا کوئی ذمہ دار نہیں، حضرتؐ نے فرمایا:

یا علیؑ تم اس کا فیصلہ کرو، حضرتؑ نے پوچھا دونوں جانور آزاد تھے یا بندھے تھے یا ایک بندھا تھا اور دوسرا آزاد؟ جواب ملا گدھا بندھا تھا اور گائے آزاد تھی، اس کا مالک بھی اس کے ساتھ تھا، حضرتؑ نے فرمایا گائے کا مالک گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے، آنحضرتؐ نے بھی اس فیصلے کی تصدیق فرمائی اور مقدمہ گدھے والے کے حق میں گیا۔[1]

ا؎ سیرت علیؑ صـ۱۳۷

بابرکت گلوبند

جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کا بیان ہے کہ ایک روز ہم نے جناب رسول خداؐ کے ساتھ نماز عصر ادا کی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت مصلے پر بیٹھ گئے اور لوگ آپ کے گرد جمع گئے، اتنے میں ایک بوڑھا مہاجر وہاں پہنچا اور حضرت سے مخاطب ہوا: یا رسول اللہؐ میں بھوکا ہوں، کھانا چاہئے، برہنہ ہوں لباس دیجئے محتاج ہوں احسان کیجئے! آنحضرتؐ نے بلالؓ سے کہا: بلال اسے فاطمہؑ کے گھر لے جاؤ۔

بلال اٹھے اور بوڑھے کو درِ فاطمہؑ پر لے گئے اس نے باآواز بلند کہا: اے معدنِ رسالت کے نایاب گوہر آپ پر اس غریب بوڑھے کا سلام ہو۔

جناب فاطمہؑ زہراؑ نے سلام کا جواب دیا اور آنے کا سبب پوچھا۔

بوڑھے مہاجر نے کہا: اے بنت رسولؐ! میں بھوکا برہنہ اور محتاج ہوں سخت پریشان حال کر آپ کے در پر آیا ہوں مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔

یہ موقع وہ تھا جب رسول خداؐ، حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا تھا مگر جناب فاطمہؑ نے سائل کو خالی ہاتھ واپس کرنا گوارا نہ کیا اور گوسفند کی کھال کا بنا ہوا وہ توشک اٹھایا جس پر حسنؑ و حسینؑ سوتے تھے اور بوڑھے کو دیتے ہوئے فرمایا: یہ توشک لے جاؤ اور بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لو خدا تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔

بوڑھے مہاجر نے کہا: اے بنت رسولؐ! میں نے بھوک کی شکایت کی ہے اور آپ مجھے توشک عطا کر رہی ہیں میں بھوک میں اس کا کیا کروں گا؟۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے جب یہ سنا تو اپنے گلے سے وہ ہار اتارا جسے جناب حمزہؓ کی بیٹی فاطمہ نے آپ کو تحفہ میں دیا تھا اور بوڑھے کو دیتے ہوئے کہا: لو اسے فروخت کر ڈالو امید ہے کہ خدا تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔

بوڑھا وہ ہار لے کر مسجدِ نبی میں آیا اور آنحضرتؐ سے کہا: یہ گلوبند مجھے فاطمہؑ نے دیا ہے تاکہ اسے فروخت کر کے میں اپنی ضرورت پوری کر لوں۔

آنحضرتؐ نے حاضرین سے فرمایا: اگر تمام جن و انس بھی مل کر اس کو خریدیں گے تو خدا ان سب پر آتش دوزخ حرام کر دے گا۔

عمار یاسرؓ نے جب یہ سنا تو بوڑھے سے کہا: اے بھائی تم یہ گلوبند کتنے میں فروخت کرو گے؟

اس نے کہا: اتنے گوشت اور روٹی میں کہ جس سے میں سیر ہو جاؤں، ایک یمنی چادر میں کہ جس سے میں خود کو چھپا لوں اور اتنے دیناروں میں کہ جس سے میں اپنے گھر پہنچ جاؤں۔

عمار یاسرؓ نے وہ گلوبند بیس دینار، دو سو درہم، ایک یمنی چادر، ایک اونٹ، اور پیٹ بھر کھانے کے عوض خرید لیا اس کے علاوہ راستے بھر کا خرچ بھی اس کو دیا بوڑھا یہ سب لے کر جناب فاطمہؑ کو دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو گیا اس کے بعد جناب عمارؓ نے گلوبند کو مشک سے بسایا، یمنی کپڑے میں لپیٹا اور "سہم" نامی اپنے غلام کو دیا اور کہا: اس کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لے جاؤ اور آج سے تم بھی آپ کی خدمت میں رہنا۔

وہ غلام رسولؐ کی خدمت میں پہنچا اور جناب عمار کا پیغام سنایا۔ آنحضرت نے فرمایا: جاؤ یہ گلوبند فاطمہؑ

کو دیدو اور آج سے تم بھی فاطمہؑ کی خدمت کرنا۔

غلام وہ گلوبند لے کر جناب فاطمہؑ کی خدمت میں آیا اور رسول خداؐ کا پیغام پہونچایا جناب فاطمہؑ نے گلوبند لے لیا اور غلام کو آزاد کر دیا، غلام ہنسنے لگا، جناب فاطمہؑ نے پوچھا: تم کیوں ہنس رہے ہو؟

عرض کی: گلوبند کی بے پناہ برکت دیکھ کر ہنس رہا ہوں کہ اس نے ایک بھوکے کو سیر، برہنہ کو لباس، محتاج کو بے نیاز، اور ایک غلام کو آزاد کیا اور پھر اپنے مالک کے پاس واپس آگیا[1]

[1] بحار ج ۴۳ ص ۵۶ تا ۵۸ (اختصار)

امام حسنؑ اور مرد شامی

معاویہ کے اشارے پر ایک شخص حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی شان مبارک میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے لگا، امامؑ خاموشی سے سنتے رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا، امامؑ نے مسکرا کر پہلے اسے سلام کیا پھر فرمایا:

"اے بھائی! تم مجھے پردیسی معلوم ہوتے ہو، شاید تمہیں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے اگر راستہ بھول گئے ہو تو ہم تمہیں راستہ بتا دیں گے، مقروض ہو تو قرض ادا کر دیں گے، بھوکے ہو تو کھانا کھلا دیں گے اور ضرورت مند ہو تو تمہاری ضرورت پوری کر دیں گے صرف اشارہ کر دو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے"

یہ شخص توقع کے خلاف امامؑ کا یہ برتاؤ دیکھ کر بڑا شرمندہ ہوا اور روتے ہوئے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا: مولا مجھے معاف کر دیجئے، میں معاویہ کے ایماء پر یہاں آیا تھا لیکن آپ سے شرف ملاقات کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ روئے زمین پر خدا کا حقیقی نمائندہ اگر کوئی ہے تو صرف آپ ہیں[1]"

اس طرح جو شخص پہلے گالیاں بک رہا تھا کچھ دیر بعد وہ امام کے جانثاروں میں شامل ہو گیا۔

[1] بحار الانوار جلد ۴۳ صفحہ ۳۴۴ ۔

قبرِ حسینؑ کانپ اٹھی

ایک مرتبہ "متوکل خلیفہ عباسی" یہ بات دیکھنے کیلئے نکلا کہ کربلا کی طرف کوئی جاتو نہیں رہا ہے اور بغداد کے پُل پر خیمہ زن ہو گیا ناگہاں ایک سید زادی کو اپنے سات سالہ بچے کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا، متوکل نے اسے اپنے حضور طلب کیا اور کہا: کیا رکھا ہے زیارت حسینؑ میں؟ مومنہ نے جواب دیا: خدا و رسول کی خوشنودی، وہ بولا: کیا حسینؑ اس قابل تھے کہ وہ معرفتِ خدا اور رسول کا ذریعہ بن جائیں (معاذاللہ)۔

اس پر سیدانی کی گرج فضا میں بلند ہوئی اور جواب دیا اگر حسینؑ سے معرفت حاصل نہ ہو گی تو کیا تجھ ایسے فاسق و فاجر سے ہو گی؟ یہ کہہ کر اس نے چمکتا ہوا خنجر نکال لیا، مگر فوراً سپاہیوں نے دوڑ کر پکڑ لیا، متوکل نے حکم دیا کہ اسکے بچے کو اس کی گود میں ذبح کر دو، سیدانی نے فرطِ مسرت سے بچے کو گود میں لے لیا، ایک ظالم آگے بڑھا اور بچے کو ماں کی آغوش میں قتل کر دیا، مومنہ بچے کے خون میں لت پت ہو گئی اور پھر اس کی لاش لیکر عازم کربلا ہوئی، روضہ امام حسینؑ پر پہنچتے ہی بھرآئی ہوئی آواز میں بولی، "فرزند رسولؐ" غریب و نادار ہوں میرے پاس کچھ نہیں تھا یہ تحفہ لائی ہوں، یہ کہکر مومنہ نے بچے کا خون آلود چہرہ قبر امامؑ کی طرف کر دیا، اس نے دیکھا کہ قبر حسینؑ کانپ اٹھی اور ایک نور ہر طرف پھیل گیا آواز آئی: "مومنہ تیری زیارت قبول ہوئی دیکھو تیرا بچہ حسینؑ کی گود میں ہے [1]

---

[1] رسالہ بعثت ش ا ج ۲ ص ۲۹

ایک قیدی کی فرمائش

روایت میں ہے کہ جس وقت جناب سیّد سجّادؑ قید سے رہا ہو کر مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی خدمت میں پرسہ کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کی: مولا ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں، آپ نے خون کے آنسو روتے ہوئے فرمایا: لوگو! اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو تین کام چھوڑ دو۔

۱ شراب پینا کیونکہ جب میں یزید کے دربار میں پہنچا تو وہ میرے سامنے شراب پیتا اور میرے باپ کے سر سے بے ادبی کرتا جاتا تھا، جب شراب کا ذکر آتا ہے تو مجھے اس کا دربار یاد آجاتا ہے۔

۲ ڈاڑھی منڈوانا کیونکہ یزید اپنے دربار میں داڑھی منڈا کر آتا تھا، ڈاڑھی منڈے کو دیکھ کر میری نظر میں اس ملعون کی صورت گھوم جاتی ہے۔

۳ شطرنج کھیلنا کیونکہ میں یزید لعین کے سامنے رسول اللہؐ کی بہو بیٹیوں کو لیکر گھنٹوں کھڑا رہا اور وہ شطرنج کھیلتا رہا جب شطرنج کا ذکر آتا ہے تو مجھے دربار یزید کا وہ منظر یاد آجاتا ہے۔

دوستو! سوچو کہ جو شخص اپنے قیدی امام کی اس فرمائش پر عمل نہ کرے گا وہ حقیقی شیعہ اور دوست دار اہلبیتؑ کہلانے کا مستحق ہو گا!؟ [1]

---

[1] نعیم الابرار جلد ۲ ص ۸۳۔

اب زمانہ کیسا ہے

ایک مرتبہ "حمران" نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آقا آپ کی حکومت کب ظاہر ہوگی، حضرت نے فرمایا: اے حمران! تمہارے بہت سے دوست واحباب ہیں اور تم ان کے حالات اور زمانے سے خوب واقف ہو، جان لو کہ اب زمانہ ایسا نہیں جس میں امام ظہور کر سکے، اے حمران سنو! زمانہ سابق میں ایک عالم تھا اس کا ایک لڑکا تحصیل علم کیلئے رغبت نہیں رکھتا تھا اور اپنے باپ سے کچھ نہیں پڑھتا تھا لیکن اس عالم کا ایک ہمسایہ اس سے علم حاصل کرتا تھا اور رفتہ رفتہ علم حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا جب اُس عالم کا آخری وقت آیا تو اپنے لڑکے سے کہا: افسوس کہ تو نے مجھ سے کچھ نہیں پڑھا، لیکن فلاں ہمسایہ پڑھ لکھکر بہت بڑا عالم ہو گیا ہے لہذا اگر تجھے میرے علم کی ضرورت پڑے تو جا کر اس سے سیکھ لینا۔

عالم یہ وصیت کر کے انتقال کر گیا، اس کے بعد ایک مرتبہ بادشاہِ وقت نے کوئی خواب دیکھا اور تعبیر کے لیے اس عالم کو طلب کیا، معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے، بادشاہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا اس کا کوئی فرزند ہے لوگوں نے کہا: ہاں اس کا ایک بیٹا ہے بادشاہ نے اس کے پاس ملازم بھیجے تاکہ وہ دربار میں حاضر ہو، یہ دیکھکر لڑکا پریشان ہوا کہ اگر بادشاہِ وقت نے کچھ پوچھ لیا تو کیسے جواب دونگا۔

اچانک باپ کی وصیت یاد آئی دوڑتا ہوا ہمسایہ عالم کے پاس آیا اور اس سے باپ کی وصیت

بیان کی اور کہا بادشاہ نے مجھے طلب کیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا پوچھے گا، لہذا اس سلسلہ میں میری رہنمائی کیجئے۔

ہمسایہ عالم نے کہا: میں جانتا ہوں کہ بادشاہ نے تمہیں کیوں بلایا ہے، لیکن اس شرط پر بتا سکتا ہوں کہ بادشاہ سے جو کچھ انعام ملے گا اس میں سے آدھا تم مجھے بھی دوگے لڑکے نے کہا ٹھیک ہے لیکن میری مشکل آسان کرو ہمسایہ علم نے اسے قسم دی اور تحریر لکھوا کر بتایا کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا ہے اور تمہیں اس لئے بُلایا ہے تاکہ دریافت کرے کہ اب کیسا زمانہ چل رہا ہے لہذا جب وہ تم سے یہ پوچھے تو کہنا کہ یہ زمانہ "بھیڑیہ" کی مانند ہے

غرض لڑکا دربار میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے اس سے پوچھا: تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس لئے یہاں بُلایا ہے؟ لڑکے نے کہا: سچ تو یہ ہے کہ آپ نے ایک خواب دیکھا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ میں یہ بتاؤں کہ اب کیسا زمانہ چل رہا ہے بادشاہ نے کہا تم ٹھیک سمجھے! تو پھر بتاؤ یہ کیسا زمانہ چل رہا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا یہ زمانہ بھیڑیہ کی مانند ہے، بادشاہ یہ جواب سن کر بڑا خوش ہوا اور اُس کو انعام دینے کا حکم دیا۔

لڑکا انعام شاہی لیکر گھر آیا اور اس میں سے اپنے ہمسایہ عالم کو کچھ نہ دیا اس نے سوچا کہ یہ مال میری زندگی بھر کے لئے کافی ہے اور آئندہ کسی کا محتاج نہ ہوگا، لیکن کچھ ہی دن بعد بادشاہ نے دوسرا خواب دیکھا اور اس لڑکے کو طلب کیا، اب وہ بڑا پشیمان ہوا کہ وعدہ تو پورا کیا نہیں لہذا ہمسایہ عالم سے کیسے معلوم کیا جائے کہ بادشاہ نے کیوں بُلایا ہے۔

خیر ہمت کر کے وہ عالم کے پاس آیا اور منّت و سماجت کرنے لگا کہ وہ اسے معاف کر دے اور قسم کھائی کہ آئندہ جو ملے گا اس کا آدھا ضرور دیگا۔ عالم نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو کہا: بادشاہ نے ایک دوسرا خواب دیکھا ہے اور پھر وہی پوچھنا چاہتا ہے کہ اب کیسا زمانہ ہے لہذا

تم اس سے کہنا کہ اب زمانہ بھیڑ کے مانند ہے۔

غرض لڑکا دربار میں پہونچا اور بادشاہ کو اسی طرح بتادیا جس کی وجہ سے وہ بڑا خوش ہو[ا] اور پہلے سے زیادہ انعام دینے کا حکم دیا۔ اس مرتبہ بھی اس نے عالم کو کچھ نہیں دیا اور یہ سمجھا کہ اب کبھی اس کی ضرورت پیش نہ آئے گی، لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد بادشاہ نے ایک تیسرا خواب دیکھا اور پھر اس لڑکے کو طلب کیا۔ اس مرتبہ وہ بہت پریشان اور نادم ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ میں اس کو دو بار دھوکا دے چکا ہوں اب کس منہ سے اس کے پاس جاؤں پھر یہ کہ میں کچھ جانتا بھی نہیں جو بادشاہ کو جا[کر] بتاؤں، ناچار وہ اپنی رسوائی کے ڈر سے ایک مرتبہ پھر اس عالم کے پاس گیا اور خدا کی قسم دی اور التجا کی کہ وہ پھر بتائے کہ بادشاہ کو کیا جواب دینا ہے، عالم نے اس سے عہد و پیمان لیا کہ اس مرتبہ وہ مکر و فریب نہ کرے گا اور ایک تحریر لکھوا کر بتایا کہ اس بار بھی بادشاہ نے ایک خواب دیکھا ہے اور تم سے وہی سوال کریگا لیکن اس مرتبہ جواب دینا کہ یہ زمانہ "ترازو" کی مانند ہے۔

لڑکا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عالم کے بیان کے مطابق اس کو زمانہ سے آگاہ کیا بادشاہ خوش ہوا اور بہت انعام واکرام سے نوازا اس مرتبہ وہ تمام مال لے کر عالم کی خدمت میں آیا اور کہا اس بار یہ انعام ملا ہے آپ خود تقسیم فرماکر اپنا حصہ رکھ لیجئے، عالم نے کہا پہلا زمانہ چونکہ بھیڑیے کی طرح تھا لہٰذا تم میں بھی بھیڑیے کی سی خصلت تھی اور دل میں یہ عہد کرلیا تھا کے اپنے وعدہ کو پورا نہ کروگے دوسرا زمانہ بھیڑ کی مانند تھا اور بھیڑ کی عادت تم نے بھی اپنائی اور یہ زمانہ ترازو کا زمانہ ہے اور ترازو کا کام عدل و انصاف کا ہے لہٰذا تم نے بھی انصاف کیا اور اپنے وعدہ کو پورا کیا، خیر یہ تمام مال تم ہی لے جاؤ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے!

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت کی غرض اس قصے کے بیان کرنے سے گویا یہ تھی کہ زمانے کے حالات اور دوست واحباب کے مکر و فریب و عہد شکنی جب تک پائی جائے گی،

امام کیسے قیام کرسکتا ہے۔

لہٰذا جب ایسا زمانہ آئیگا کہ لوگ اپنے عہد و پیمان کے پابند ہونگے، امام بحکم خدا قیام فرمائے گا اور حکومت آل محمدؐ وجود میں آجائے گی [1]

[1] فروعِ کافی جلد ۸ صفحہ ۳۶۲

پُرانی گدڑی

"صوفی سفیان ثوری" ایک بار مسجد الحرام میں آیا اور امام جعفر صادقؑ کو دیکھا کہ آپ قیمتی کپڑوں میں ملبوس ہیں، وہ اپنے دوستوں سے یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ خدا کی قسم آج میں حضرتؑ کی سرزنش کرتا ہوں، جب قریب پہنچا تو اس نے حضرتؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے فرزند رسولؐ! ایسے قیمتی کپڑے نہ تو پیغمبر خداؐ نے پہنے ہیں اور نہ آپ کے آبا و اجداد نے پھر آپ کیوں پہنے ہوئے ہیں؟ امام نے فرمایا: اُس وقت لوگ تنگدست تھے اور یہ زمانہ دولتمندی کا ہے، نیک لوگ خدا کی عطا کردہ نعمتوں کے زیادہ مستحق ہیں اور یاد رکھو!

خدا کی عطا کردہ نعمتوں کے سب سے زیادہ ہم مستحق ہیں، مگر یہ لباس جو تم دیکھ رہے ہو فقط عزت دنیا کے لئے پہن لیا ہے اور عزت نفس کے لئے اس کے نیچے وہی موٹے کپڑے پہن رکھے ہیں، پھر حضرت نے اپنا دامن اُٹھا کر دکھایا، اس کے بعد آپ نے ہاتھ بڑھا کر "سفیان ثوری" کا جبّہ کھینچ لیا، وہ اس پُرانی گدڑی کے نیچے نفیس اور نرم لباس پہنے تھا، فرمایا وائے ہو تم پر اے سفیان یہ نیچے کا لباس تم نے نفس کو خوش کرنے کے لئے پہن رکھا ہے اور اوپر کی گدڑی لوگوں کو فریب دینے کیلئے[1]۔

[1] تہذیب الاسلام (حلیۃ المتقین) ص۱۵۰

خوفناک خواب

وہ خواب دیکھ کر بے حد خوف زدہ تھا اور ہمہ وقت اس کی نگاہوں میں اس خوفناک خواب کی مختلف تعبیریں نظر آرہی تھیں، وہ بہت گھبرایا ہوا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک لکڑی کا آدمی لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہے، اس کے ہاتھ میں ایک تلوار ہے، اور وہ تلوار کو فضا میں لہرا رہا ہے، میں یہ خواب دیکھ کر بُری طرح خوفزدہ ہو گیا ہوں، برائے کرم آپ مجھے خواب کی تعبیر فرما کر خوف سے نجات دلا دیجئے۔

امامؑ نے فرمایا "تیری نگاہیں ایک آدمی کی دولت پر لگی ہوئی ہیں اور تو ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ کسی ترکیب سے اس کا مال ہڑپ کرلے، تو خدا سے ڈر اور اس مذموم فیصلے سے باز آ۔ اس نے کہا: آقا! یقیناً آپ حقیقی عالم ہیں بے شک ایسا ہی ہے جیسا آپ نے فرمایا، دراصل میرا پڑوسی ایک بہت بڑا زمیندار ہے، اس کو پیسے کی سخت ضرورت ہے اور فی الحال میرے علاوہ اس کی زمین کا کوئی خریدار نہیں ہے، لہٰذا ان دنوں میں اس فکر میں لگا ہوں کہ اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کم قیمت میں بہت جائیداد خرید لوں[1]۔

[1] داستان راستان جلد اول داستان ۳۹۔

ایک گھر ہزار باسی

"ابو شاکر دیصانی" لامذہب تھا، ایک دفعہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: کیا آپ خدا کو پہچنوا سکتے ہیں؟ آپ نے ایک انڈا لیا اور فرمایا: اس کی بالائی ساخت کو دیکھو اور اندر کی بہتی ہوئی زردی و سفیدی پر غور کرو، اس میں رنگ برنگے طائر کیونکر پیدا ہو جاتے ہیں، کیا اس اچھوتے انداز کو دیکھنے کے بعد تمہاری عقل سلیم یہ تسلیم نہیں کرتی کہ کوئی اس کا پیدا کرنے والا بھی ہے؟!

"ابو شاکر دیصانی" حضرتؑ کے اس بدیہی جواب سے خاموش ہو گیا[1]

۱؎ چودہ ستارے صفحہ ۳۳۹

ابو حنیفہ کا امتحان

ایک روز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک شاگرد ابو حنیفہ سے پوچھا: بتاؤ خداوند عالم نے آنکھوں میں نمکینی کانوں میں تلخی ناک میں رطوبت اور لبوں میں شیرینی کیوں پیدا کی ہے؟

ابو حنیفہ نے بڑے غور و خوض کے بعد جواب دیا: یا حضرت اس کا جواب تو میں نہیں جانتا آپ ہی فرمائیں تو بہتر ہے۔

امام نے فرمایا: سنو اے ابو حنیفہ! آنکھیں چربی کا ڈھیلا ہیں اگر ان میں نمکینی نہ ہوتی تو پگھل جاتیں، کانوں میں تلخی ہے تاکہ کیڑے مکوڑے نہ گھس جائیں، ناک میں رطوبت ہے تاکہ سانس لینے میں دشواری نہ ہو اور انسان اچھی بری بو کا احساس کر سکے اور لبوں میں شیرینی اس لئے ہے تاکہ کھانے پینے میں لذت حاصل ہو[1]

۱؎ چودہ ستارے ص ۳۴۲ ۔

ابوحنیفہ اور ایک کمسن بچّہ

"ابوحنیفہ" کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مدینہ پہنچ کر حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے شرفِ ملاقات کے بعد جب رخصت ہوا تو گھر کی دہلیز پر ایک کمسن بچّہ کو دیکھا میں نے اس بچّہ کو سلام کیا اور پوچھا؛ صاحبزادے یہ تو بتاؤ کہ اگر کسی مسافر کو قضائے حاجت کے لئے جانا پڑے تو کیا کرے اور اس کے لئے کون سی جگہ مناسب ہوگی؟

کمسن بچّے نے کہا: اے شیخ! دریاؤں کے کنارے، پھل دار درختوں کے نیچے، مسجدوں مکانوں اور عام شاہراہوں کے علاوہ اپنے کپڑے بچا کر جہاں چاہو بیٹھ جاؤ مگر تمہارا رُخ یا پشت قبلہ کی طرف نہ ہو۔

ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ سُنا تو آنکھیں حیرت سے چمک اٹھیں اور دل روشن ہوگیا، میں نے کہا: اے صاحبزادے میں آپ پر قربان جاؤں ذرا یہ اور بتاؤ کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کا فاعل خدا ہے یا بندہ؟

یہ سوال سن کر بچّہ نے مجھے بڑی غور سے دیکھا اور فرمایا: اے شیخ بیٹھ جاؤ! میں بیٹھ گیا پھر فرمایا؛ سنو! بندوں کے افعال تین حال سے خالی نہیں یا تو ان کا فاعل خدا ہے، اس صورت میں اگر خدا اپنے بندہ کو گناہ پر سزا دیتا ہے تو یہ ظلم ہے اور خدا ظلم سے بری ہے یا ان کا فاعل خدا بھی ہے اور بندہ بھی، اس صورت میں شرک لازم آتا ہے اور قوی کا ضعیف کی شراکت میں کسی

فعل کا انجام دینا اس کی شان کے خلاف ہے، پس تیسری صورت صحیح ہے کہ افعال کا فاعل خود بندہ ہے اور چونکہ خدا نے اپنے بندوں کو افعال کی اونچ نیچ اور تمام امر و نہی سے آگاہ کر دیا ہے لہٰذا اس کو حق ہے کہ وہ بُرے کام کرنے والوں کو سزا اور اچھے کام کرنے والوں کو جزا دے اور یہ بات اس کی عدالت کے مترادف ہے۔

ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی: وَذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔ (آل عمران آیۃ ۳۴)

دوستو! معلوم ہے یہ بچّہ کون تھا، یہ کوئی اور نہیں بلکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے۔[1]

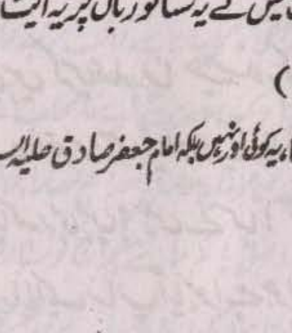

[1] مجالس شیخ مفیدؒ صہ ۹۵ مطبوعہ ایران۔

امام رضاؑ سے چڑیوں کی فریاد

"سلمان ابن جعفر" ناقل ہیں کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ چڑیوں کا ایک جھنڈ امامؑ کی خدمت اقدس میں آیا اور اپنے بال و پَر پھڑپھڑا کر چیخنے لگا، آپؑ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے کہا: خدا و رسولؐ اور فرزندِ رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں، آپؑ نے فرمایا ایک سانپ آیا ہوا ہے جو ان کے بچوں کو ڈسنا چاہتا ہے تم جاؤ اور اُسے تلاش کر کے مار ڈالو۔

"سلمان" کہتے ہیں کہ میں اُٹھا اور عصا لیکر وہاں پہونچا تو دیکھا سانپ ان کے گھونسلوں کے قریب منڈلا رہا ہے، میں نے فوراً ایک ضرب لگائی جس سے وہ سانپ مر گیا۔[1] معصوم ہوتا ہی وہ ہے جو خدا کی تمام مخلوق پر حکومت کرتا ہے مظلوم و بیکس کی حمایت کرتا ہے اور ظالم کو اُس کے ظلم کا مزہ چکھاتا ہے۔

[1] مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ صفحہ ۳۴۴۔

خانۂ امام رضاؑ میں مجلس سید الشہداؑ

شاعر اہلبیتؑ "جناب دعبل خزاعیؓ" کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عاشور کے دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا حضرتؑ اپنے اصحاب کے حلقے میں انتہائی افسردہ و غمگین بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: دعبل آؤ! ہم تمھارا ہی انتظار کر رہے تھے، میں قریب گیا تو حضرت نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: دعبل! تم جانتے ہو آج کونسا دن ہے؟ آج یوم عاشورا ہے، ہمارے رنج و غم کا دن، میں چاہتا ہوں کہ آج تم ہمارے جدّ مظلوم کا مرثیہ پڑھو، اور خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کرو پھر امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور پردہ کھینچ کر مخدرات عصمت و طہارت کو بھی مجلس میں آنے کی دعوت دی۔

دعبل کہتے ہیں کہ میرا دل بھر آیا، آنکھیں نم ہو گئیں اور زبان پر خود بخود مرثیہ جاری ہو گیا جس سے آل محمدؐ میں ایک کہرام برپا ہو گیا، اصحاب نے بھی اپنا سر و سینہ پیٹ لیا اور حضرت معصومۂ قمؑ ہمشیرہ حضرت امام رضاؑ تو اس قدر روئیں کہ روتے روتے پچھاڑے کھانے لگیں اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔

کربلا میں خاندان رسالت پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کا تذکرہ گذشتہ آئمہ طاہرینؑ کے عہد میں بھی جاری تھا لیکن حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنے عہد امامت میں نام حسینؑ کی نشر و اشاعت کا خاص موقع ملا اور یہ اسی تبلیغ و ایثار کا نتیجہ ہے کہ اب تک دنیا کے گوشہ گوشہ میں نام حسینؑ لیا جاتا ہے اور جب تک نام حسینؑ زندہ ہے ذکر حسینؑ بھی زندہ رہے گا۔ (چودہ ستارے)

انگوٹھی اور جنوں کا ہدیہ

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا خادم "صافی" بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں نے حضرتؑ سے آپ کے جدّ امجد حضرت امام رضاؑ کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے رخصت طلب کی، فرمایا: جاؤ مگر عقیق کی وہ انگوٹھی ساتھ لیتے جانا جس کا نگینہ زرد ہو اور ایک طرف مَاشَاءَ اللّٰہُ لَاحَوْلَ وَ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور دوسری طرف محمدؐ و علیؑ نقش ہو انشاء اللہ چوروں اور رہزنوں سے محفوظ رہو گے اور با ایمان واپس آؤ گے "صافی" ایسی انگوٹھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن ابھی رخصت ہو کر چلا ہی تھا کہ حضرتؑ نے پھر بلایا اور فرمایا:

فیروزہ کی انگوٹھی بھی ساتھ لیتے جاؤ اور جب طوس اور نیشاپور کے درمیان ایک شیر ملے تو تم اپنے قافلے سے نکل کر اُسے یہ انگوٹھی دکھانا اور کہنا کہ میرے آقا کا حکم ہے راستہ چھوڑ دو وہ راستہ چھوڑ دے گا، لیکن یاد رکھو کہ فیروزہ کے ایک طرف لِلّٰہِ الْمُلْکُ اور دوسری طرف اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ نقش ہونا چاہئیے کیونکہ میرے جدّ اعلیٰ حضرت علیؑ کی انگوٹھی فیروزے کی تھی جس پر لِلّٰہِ الْمُلْکُ نقش تھا اور خلافت ظاہری کے بعد اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارُ نقش کرایا تھا "صافی" کہتا ہے کہ میں وہ انگوٹھی بھی تلاش کر لایا اور عازمِ سفر ہوا، راستہ میں مقام مذکور پر شیر ملا تو میں نے حضرتؑ کے حکم کے مطابق عمل کیا، شیر چلا گیا اور جب زیارت سے واپس آیا تو امام عالیمقامؑ سے تمام ماجرا بیان کیا، آپ نے فرمایا: لیکن تم نے ایک

بات چھوڑ دی، اگر کہو تو میں خود ہی بیان کروں، میں نے کہا: حضرتؑ بہتر جانتے ہیں، فرمایا ایک رات جب طوس میں تم امام رضاؑ کے روضۂ اقدس کے قریب سو رہے تھے تو جنوں کا ایک گروہ زیارت کے لئے آیا، تمہارے ہاتھ میں انگوٹھی دیکھ کر نقش پڑھا تو اُسے نکال کر لے گئے اور پانی میں ڈال دیا پھر وہ پانی اپنے مریض کو دیا اور مریض شفا پا گیا، اس کے بعد وہ واپس آئے اور انگوٹھی تمہارے دائیں ہاتھ کے بجائے بائیں میں پہنا کر چلے گئے، جب تم بیدار ہوئے تو تمہیں بڑا تعجب ہوا، اس کی وجہ تو تم معلوم نہ کر سکے البتہ تمہیں اپنے سرہانے ایک یاقوت ملا جو اس وقت تمہارے پاس موجود ہے انشاء اللہ ۸۰ اشرفی میں فروخت ہو جائیگا،

صافی کہتا ہے کہ میں اس یاقوت کو بازار لے گیا اور اسی قیمت میں فروخت کر دیا جو حضرتؑ نے بتائی تھی۔ [1]

[1] حلیۃ المتقین ص ۵۴ ۔

ایک نگ جو دو ٹکڑے ہو گیا تھا

وہ بڑا پریشان تھا، گویا موت کا ہولناک منظر اس کی آنکھوں میں گھوم رہا تھا، وہ لرزتا کانپتا حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا! آقا غضب ہو گیا زندگی تباہ ہو گئی موت میرے سر پر منڈلا رہی ہے میں اپنے بچوں کو آپ کے سپرد کرتا ہوں خدارا ان کے حق میں اچھا سلوک رکھیئے گا!

امام نے اس کا بازو تھام کر پوچھا: یونس! کیا ہوا ذرا مجھے تو بتاؤ تمھیں کس نے ایذا پہنچائی ہے؟۔

یونس نے کہا: آقا! آپ موسیٰ ابن بغا، کو تو جانتے ہی ہیں یہ عباسی حکومت کا صاحب اقتدار اور ظالم انسان ہے آج اس نے مجھے ایک قیمتی نگ دیا تھا تاکہ اس پر نقش کندہ کروں لیکن نقش بناتے وقت اس کے دو ٹکڑے ہو گئے، اب دیکھئے کیا ہوتا ہے ممکن ہے وہ مجھے ہزار تازیانے لگائے یا قتل کی سزا مقرر کرے۔

امامؑ نے دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا: گھبراؤ نہیں کچھ نہ ہوگا، جاؤ اپنے گھر جاؤ انشاءاللہ کل اچھی خبر سنو گے۔

دوسرے دن صبح ہوتے ہی موسیٰ ابن بغا کا فرستادہ یونس نقّاش کے پاس آیا اور دربار میں چلنے کی خواہش ظاہر کی، یونس زندگی سے مایوس ہو چکا تھا، ڈرتا ڈرتا دربار میں پہنچا لیکن جب واپس ہوا تو مسکراتا ہوا آیا اور سیدھا امام کی خدمت میں گیا، امام نے فرمایا:

کہو کیا حال ہے بڑے خوش نظر آرہے ہو؟

یونس نے کہا: آقا! جب میں دربار میں پہنچا تو اس نے کہا کہ میری دو بچیاں اس نگ کے لئے ضد کر رہی ہیں اگر ہو سکے تو اس کے دو ٹکڑے کر دو ہم تمھیں اس کا معقول معاوضہ دیں گے میں نے کہا ٹھیک ہے لیکن مجھے کچھ مہلت دو تاکہ اس بارے میں غور و فکر کر سکوں۔

امام نے مسکراتے ہوئے فرمایا: تم نے اچھا کہا۔[1]

---

[1] بحار الانوار جلد ۵۰ صفحہ ۱۲۵۔

قیدی کی رہائی کیسے ہوئی؟

"علی ابن خالد" کا بیان ہے کہ ایک مرد شامی کو قیدی بنا کر "سامرا" لایا گیا، سنا تھا کہ وہ نبوت کا مدعی ہے ایک روز میں داروغۂ زندان سے اجازت لے کر اس قیدی کے پاس گیا، مجھے وہ بافہم اور عقلمند نظر آیا، میں نے اس سے پوچھا: تمہارا قصہ کیا ہے اور کیوں تمہیں قید کر کے یہاں لایا گیا ہے؟

قیدی نے کہا: شام میں ایک جگہ "راس الحسینؑ" کے نام سے مشہور ہے، یہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک رکھا گیا تھا، میں ہر روز اس جگہ عبادت کیا کرتا تھا، ایک رات میں ذکر خدا میں مصروف تھا کہ اچانک ایک بزرگوار کو اپنے سامنے کھڑے دیکھا انھوں نے مجھ سے کہا: کھڑے ہو جاؤ! میں کھڑا ہو گیا اور ان کے ساتھ ہو لیا ابھی کچھ دور ہی پہنچے تھے کہ دیکھا میں مسجد کوفہ میں ہوں، ہم نے وہاں نماز پڑھی اور باہر آگئے، اس کے بعد جب چند قدم آگے بڑھے تو دیکھا میں مسجد نبویؐ میں ہوں ہم نے آنحضرتؐ کے روضۂ اطہر کی زیارت کی، نماز پڑھی اور پھر وہاں سے بھی چل دئے کچھ دیر بعد اچانک دیکھتا ہوں کہ مکّہ میں خانۂ کعبہ کے پاس کھڑا ہوں ہم نے طواف کیا نماز پڑھی اور باہر آگئے پھر چند قدم چلے تو دیکھا کہ میں شام میں اُسی جگہ ہوں جہاں ہمیشہ عبادت کیا کرتا تھا

اس واقعہ کو ایک سال گزر گیا، ایک سال کے بعد وہ بزرگوار پھر آئے اس مرتبہ بھی یہ

سب واقعات پیش آئے جو پچھلے سال پیش آئے تھے لیکن اس بار میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں حضرت امام علی نقیؑ کا بیٹا محمد تقیؑ ہوں۔

یہ واقعہ میں نے بعض لوگوں سے بیان کیا جس وجہ سے یہ خبر معتصم عباسی کے وزیر "زیات" تک پہونچی، اس نے مجھے گرفتار کر کے یہاں بھیج دیا اور یہ افواہ پھیلا دی کہ میں نبوت کا دعوا یدار ہوں

علی ابن خالد کا بیان ہے کہ میں نے یہ سارا واقعہ زیات کو لکھا تاکہ وہ شامی کو قید سے رہا کر دے لیکن اس کمبخت نے میرے خط کی پشت پر جواب لکھکر بھیجا کہ جو شخص رات میں اُسے شام سے کوفہ کوفہ سے مدینہ، مدینہ سے مکّہ اور وہاں سے پھر شام لے گیا ہو اسی سے رہائی طلب کرے۔

علی ابن خالد کہتے ہیں کہ میں یہ جواب سن کر بہت رنجیدہ ہوا اور دوسرے دن میں قید خانہ میں گیا تاکہ اسے صبر کی تلقین کروں لیکن جیسے ہی میں نے دربان سے اجازت لینا چاہی تو اس نے کہا: وہ شخص اب یہاں نہیں ہے کل رات قید خانہ سے معلوم نہیں کس طرح باہر چلا گیا زمین میں دھنس گیا ہے یا آسمان میں اڑ گیا، ہم مسلسل تلاش کر رہے ہیں مگر اب تک اس کی کوئی خبر نہیں مل سکی ہے[1]۔

---

[1] ارشاد شیخ مفید ص۳۰۴۔

ڈھول کا پول کیسے کھلا؟

ایک مرتبہ "سامرا" میں بارش نہ ہوئی، خلیفۂ وقت "معتمد عباسی" نے لوگوں کو نمازِ استسقاء کا حکم دیا، لوگ تین دن تک طلبِ بارش کی نماز ادا کرتے رہے لیکن بارش کے آثار دور تک بھی دکھائی نہ دئیے، چوتھے روز ایک راہب اپنے آدمیوں کو لے کر جنگل میں نکلا اور جیسے ہی دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے فوراً آسمان پر بادل چھا گئے اور اسی وقت موسلا دھار بارش ہونے لگی، لوگوں کو بڑا تعجب ہوا اور انکے دلوں میں راہب کا سکّہ جم گیا دوسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا اور لوگ عیسائیت سے متأثر ہونے لگے، یہ بات خلیفۂ وقت کو ناگوار گزری کہ اس کی حکومت میں یہ احساس قائم ہو لہٰذا اس نے ایک آدمی بھیجا اور قیدخانے سے حضرت امام حسن عسکریؑ کو بلوا کر کہا: اے فرزندِ رسولؐ لوگ گمراہ ہو رہے ہیں، اس گمراہی سے آپ ہی بچا سکتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: راہب اور اس کے آدمیوں سے کہو کہ منگل کے دن پھر صحرا میں آئیں۔

خلیفہ نے کہا: عوام کو اب بارش کی ضرورت نہیں ہے اس لئے اب صحرا میں جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امامؑ نے فرمایا: میں یہ بات شک و شبہ دور کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔

خلیفہ نے اعلان کر دیا اور منگل کے روز راہب اپنے آدمیوں کو لے کر صحرا میں پہنچا

امام حسن عسکریؑ بھی ایک بڑے گروہ کے ساتھ وہاں تشریف لائے، راہب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے فوراً آسمان پر بادل چھائے اور بارش ہونے لگی۔

امام عالی مقامؑ نے حکم دیا کہ راہب کے ہاتھ میں جو چیز ہے وہ اس سے لے لو، راہب کے ہاتھ میں ہڈی تھی امامؑ نے وہ ہڈی لے کر ایک کپڑے میں لپیٹ دی اور راہب سے فرمایا: اب چاہے جتنی دعا کر بارش نہ ہوگی۔

غرض راہب نے دعا کی لیکن بارش نہ ہوئی بلکہ آسمان پر جو بادل تھے وہ بھی چھٹ گئے اور سورج نظر آنے لگا لوگوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور حیرت سے امامؑ کو دیکھنے لگے

خلیفہ نے امام سے پوچھا: یہ ہڈی کیسی ہے؟

امام نے فرمایا: یہ ایک نبیؑ کے جسم کا ٹکڑا ہے جس کو انھوں نے نبیوں کی قبروں سے حاصل کیا ہے، جب یہ ہڈی آسمان کے نیچے آجاتی ہے تو بارش ہونے لگتی ہے۔

چنانچہ جب ہڈی کو آزمایا گیا تو امام کی بات کو صحیح پایا[۱]

---

[۱] احقاق الحق جلد ۱۲ صفحہ ۴۶۴۔

انقلاب مہدی کا پیش خیمہ

حضرت امام خمینیؒ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ کو ایران کے شہر خمین میں پیدا ہوئے والد ماجد آیۃ اللہ شہید مصطفیٰ موسوی اور جدّ امجد مرحوم سید احمد موسوی تھے۔

مصلحت خدا تھی یا تقدیر کا لکھا کہ آپ کا بچپن بھی آزمائشوں میں گزرا اور جوانی کا دور بھی، چنانچہ پیدا ہوئے تو والد محترم کے دست شفقت سے محروم ہو گئے اور پندرہ سال کی عمر میں اپنی عزیز پھوپی اور مربّی بانو صاحبہ کی تربیت سے محروم ہو گئے اس صدمۂ جانکاہ سے ابھی نہیں سنبھلے تھے کہ والدہ ماجدہ ہاجرہ بانو داغ مفارقت دے گئیں یہ ایسے کٹھن مراحل تھے کہ جن کا تدارک ممکن نہیں تھا مگر امام خمینیؒ قدرت کے اس امتحان میں مجسمۂ صبر بن کر اس طرح کامیاب ہوئے کہ آسمان قم پر ایک درخشاں ستارہ کی طرح چمکنے لگے اور ہر خاص و عام کی نظروں کا مرکز بن گئے۔

انکو صرف آسمان قم پر ہی نہیں چمکنا تھا بلکہ انڈونیشیا سے لیکر انتہائے افریقہ تک اپنے علم کی شعاعیں پھیلانا تھیں، دور حاضر کے تقاضے پورے کرنے تھے اور عالم استعمار کے سرخ و سپید طلسم پر ضرب لگا کر حقوق بشریت کے علمبرداروں کو مبہوت کرنا تھا اور عالم اسلام کو جمود سے نکال کر تحریک کے جادہ پر گامزن کرنا تھا، اسی مقصد کی تکمیل کے لئے آپ نے تحریک اسلامی کا پرچم بلند کیا اور پہلوی خاندان کی آمرانہ حکومت سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا ظاہر ہے یہ کام اتنا آسان بھی نہ تھا بلکہ اس میں ہر طرح کی قربانی درکار تھی چنانچہ آپ قوم و ملت علماء اور تمام مراکز کو ساتھ لے کر اٹھ کھڑے

اور ہر خاص و عام کو استعمار کے پروپیگنڈوں سے آگاہ کیا جس کا ردعمل یہ ہوا کہ لوگ اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے لگے اور پہلوی حکومت کے ہر منصوبے کو بے نقاب کرتے رہے مگر استعمار اپنی پست حرکت سے کیسے باز آسکتا تھا، اس نے اپنی جارحیت و سفاکی کا بڑی بے دردی سے مظاہرہ کیا اور اپنے خونخوار کمانڈوز کے ذریعہ قم، تہران، اصفہان اور مشہد جیسے بڑے شہروں میں خون کی ندیاں بہادیں ادھر قدرت کا کمال دیکھئے کہ جیسے جیسے حکومت کے مظالم بڑھتے گئے لوگوں میں اتنا ہی جوش و ولولہ پیدا ہوتا گیا اور لاکھوں لوگوں کا ہجوم سڑکوں پر نکل پڑتا اور (آمرانہ حکومت مردہ باد) کے فلک شگاف نعروں سے شہنشاہیت کی چولیں ہلا دیتا، آخر کار حکومت، امام خمینیؒ کو جلاوطن کرنے پر مجبور ہو گئی چنانچہ ۱۵ شعبان ۱۳۸۴ھ کو ترکی، ۹ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ کو عراق اور پھر فرانس منتقل کر دیا گیا۔

جلاوطنی کے دوران آپ اور آپ کے ہم دوش علما، طلباء اور عوام کو جن مصائب سے گزرنا پڑا اس کو صاحبانِ بصیرت خود ہی محسوس کر سکتے ہیں لیکن کیا آمرانہ حکومت کی یہ سفاکیاں کارگر ہوئیں؟ ہرگز نہیں بلکہ ایک دن وہ آیا کہ جب شہیدوں کے گرم خون نے جوش مارا اور اپنی سرخی سے ایران کی پیشانی پر ظالم اقتدار کی سیاہی کو مٹا کر " جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ " لکھ دیا آج اسلام کی نورانی شعاعوں نے نہ صرف ایران بلکہ پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اسلام کے چاہنے والے استعماری سازشوں سے آگاہ ہو چکے ہیں۔

یہ انقلاب کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ ایک عظیم انقلاب یعنی ظہور مہدیؑ کا پیش خیمہ ہے جو خدائے بزرگ نے دور حاضر کے مسلمانوں کو ودیعہ فرمایا ہے۔

علاّمہ حلّیؒ ایک بزرگوار کے ساتھ

قصص العلماء میں ہے کہ ایک مرتبہ علاّمہ حلّیؒ اپنی سواری سے کربلائے معلّیٰ جا رہے تھے راستہ میں ایک بزرگوار سے ملاقات ہوئی جو پیادہ آپکے ساتھ چل دیئے اور پھر بین راہ دونوں کے درمیان علمی مسائل پر تبادلۂ خیال شروع ہوا جس سے علاّمہ کو یہ اندازہ ہوگیا کہ یہ بزرگوار کوئی عظیم علمی شخصیت کے مالک ہیں، اور ان کی معلومات بڑی قوی ہیں اس لئے علاّمہ نے اپنے بعض مشکل اور پیچیدہ مسائل کو حل کیا لیکن ایک مسئلہ میں جب انھوں نے اپنا نظریہ بیان کیا تو علاّمہ نے اس کو نہ مانا اور کہا کہ اس نظریہ پر کسی حدیث کی تائید نہیں ملتی، اس پر ان بزرگوار نے "شیخ طوسیؒ" کی "کتاب تہذیب" سے ایک حدیث بیان کی اور مکمل حوالہ بھی دیا، علاّمہ بڑے متحیّر ہوئے اور ایک نیا موضوع چھیڑتے ہوئے پوچھا کہ کیا اس دور میں امام زمانہؑ کی زیارت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے؟ اتفاق سے اس سوال کے دوران علاّمہ کے ہاتھ سے چابک چھوٹ کر زمین پر گر گیا جسے اُن بزرگوار نے اٹھا کر علاّمہ کو پیش کرتے ہوئے فرمایا: کیوں نہیں ہو سکتا جبکہ ان کا ہاتھ چابک کے اس سرے پر ہے اور تمہارا چابک کے اُس سرے پر!! یہ سُننا تھا کہ علاّمہ نے بے اختیار ہو کر اپنے کو سواری سے گرا دیا تاکہ پائے اقدس کا بوسہ دیں، لیکن حضرت کی عظمت و جلالت کی تاب نہ لا سکے اور فرطِ مسرّت میں غش کھا کر گر گئے اور جب ہوش آیا تو امامؑ غائب ہو چکے تھے۔

علاّمہ کربلا کی زیارت سے واپس ہوئے، کتاب "تہذیب" میں وہ حدیث نکالی اور اس پر حاشیہ لگایا کہ یہ وہ حدیث ہے جس کی خبر امام زمانہؑ نے مجھے دی ہے ——— (عرفانِ ہدایت صفحہ ۱۷۱)

ہاتھوں کی مہندی بھی نہیں گئی

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا شمار شیعوں کے نامور علماء میں ہوتا ہے ان کا انتقال ۳۸۱ سنہ ھ میں ہوا اور تہران کے مضافات میں حضرت امام علی رضاؑ کے بھائی شہزادہ عبد العظیمؑ کے قریب دفن کئے گئے، ۱۲۳۸ سنہ ھ میں جب فتح علی شاہِ قاچار کی حکومت تھی تو بارش کی وجہ سے آپ کی قبر میں شگاف پڑ گیا، اس کی اصلاح و مرمت کے لئے جب معمار مقبرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا نیچے کے سرداب میں شیخ صدوقؒ کی لاش بالکل صحیح و سالم ہے، یہاں تک کہ ہاتھوں پر مہندی کے نشانات بھی باقی ہیں جو شیخ نے انتقال سے پہلے لگائی تھی۔[1]

[1] نعیم الابرار جلد ۲ صفحہ ۱۷۱ (کتاب احسن الفوائد صفحہ ۳۵ کے حوالے سے)۔

قبر کلینیؒ میں شیر خوار بچہ

ثقۃ الاسلام شیخ ابو جعفر کلینیؒ مؤلفِ "اصول کافی" بغداد میں دفن ہیں، دولت عثمانیہ کے اقتدار میں ایک مرتبہ اس شہر کے ظالم حاکم نے حضرت امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی علیہما السلام کے روضۂ اطہر کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تاکہ زیارت کے لئے لوگ کاظمین نہ جا سکیں، اس کا مشیر جو در حقیقت شیعہ تھا یہ خبر سن کر بڑا پریشان ہوا کہ اگر وہ اپنی زبان کھولتا ہے اور حاکم کو اس کے شیعہ ہونے کا شبہ ہو گیا تو یقیناً قتل کرا دیا جائے گا، وہ ابھی کچھ فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ حاکم اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے روانہ ہو گیا لیکن جب اس کا گذر شیخ کلینی علیہ الرحمہ کے مقبرہ کے قریب سے ہوا تو اچانک مشیر نے کہا: یہاں شیعوں کے ایک بہت بڑے عالم اور مجتہد شیخ کلینیؒ کی قبر ہے ان کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا جسد قبر میں صحیح و سالم محفوظ ہے لہٰذا اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر شیعوں کے امام موسیٰ کاظمؑ اور امام محمد تقیؑ کے روضہ کو ہاتھ لگانا خلاف مصلحت ہو گا۔

حاکم کو اپنے مشیر کی یہ بات پسند آئی اور اس نے شیخ کلینیؒ کی قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبر کھو دی گئی تو دیکھا آپ کا جسد مبارک صحیح و سالم لحد میں رکھا ہے اور ایک شیر خوار بچّہ کی میت بھی آپ کے برابر میں محفوظ ہے۔

ظالم حاکم یہ منظر دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور اس نے کاظمین جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔[۵۱]

۵۱ داستانہائے شگفت۔ شہید دستغیب

شیخ انصاریؒ دام شیطان سے بچ نکلے

جناب "شیخ انصاری" علیہ الرحمہ کے کسی شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان کے ہاتھ میں کچھ لگامیں ہیں میں نے پوچھا "اے دشمن ازلی! تو یہ لگامیں کس لئے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہے؟" کہا: لوگوں کی گردنوں میں ڈال کر انہیں اپنی طرف کھینچتا ہوں، کل میں نے تمہارے استاد شیخ انصاری کی گردن میں بھی ڈال دی تھیں اور کمرے سے کھینچ کر گھر کے دروازے تک لے آیا تھا، مگر افسوس کہ جب میں نے ان کو سامنے والی گلی کے نصف تک پہونچا دیا تو وہ مجھ سے چھوٹ کر واپس چلے گئے۔

شاگرد جب بیدار ہوا تو شیخ انصاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا شیخ نے فرمایا: شیطان نے تم سے ٹھیک کہا ہے، کل وہ ملعونِ ازلی اپنے دلفریب بہانوں سے مجھے اپنے دام میں پھنسانا چاہتا تھا، در اصل واقعہ یہ ہوا کہ گھر میں کوئی چیز درکار تھی، لیکن پیسہ نہ ہونے کے سبب دل میں سوچا کہ سہم مبارکِ امامؑ سے کلام پاک کا ایک نسخہ جو میرے پاس بے مصرف پڑا ہے اُسے بیچ دوں اور اس کی رقم کو بطور قرض لیکر اپنے مصرف میں لے آؤں اور بعد میں وہ قرض ادا کر دوں، میں یہ ارادہ کر کے کلام پاک کا نسخہ لیکر گھر سے باہر آ گیا اور گلی کے نصف تک پہنچ گیا اور جب جنس خریدنے لگا تو عین وقت پر مجھے خیال آیا کہ اس قسم کی حرکت کیوں کروں، میں اپنے اس ارادے پر پچھتایا اور شرمندہ ہو کر گھر واپس چلا آیا اور قرآن پاک کو اس کی جگہ رکھ دیا اور اس طرح دامِ شیطان سے بچ نکلا۔ ——— (ماخوذ از کتاب استعاذہ شہید دستغیبؒ ص۲۳)

آشوب چشم سے ہمیشہ کیلئے نجات

"آیت اللہ بروجردیؒ" فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر "بروجرد" میں تھا کہ ایک بار آشوب چشم میں مبتلا ہوگیا اور کافی علاج کے باوجود بھی میری آنکھیں ٹھیک نہ ہوسکیں، یہاں تک کہ ایام عزا آپہنچے، ان دنوں میں ماتمی دستے ہمارے گھر بھی آتے ہیں، عاشور کی صبح تھی جب ماتمی دستے ہمارے گھر سینہ زنی میں مشغول تھے، میں رو رہا تھا اس وجہ سے میری آنکھوں میں تکلیف کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی تھی، اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ میں ان عزاداروں کے سر و صورت پر جمی ہوئی خاک کو اپنی آنکھوں میں لگاؤں، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھے سکون مل گیا اور درد جاتا رہا۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی آپ کو عینک لگانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی جب کہ ہمیشہ لکھنے پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔

ع گل منسوب بہ تو معجزہ و درمان است
نظری کن کہ دوائے ہمہ دردہا ہم است[1]

---

[1] داستانہا و پندہا جلد ۳ ص ۱۴۲ مطبوعہ ایران۔

اعجاز عرف پھالی کی سچی داستان

محلہ "ٹکڑمنڈ وزیرآباد" (پنجاب) میں اہل سنت والجماعت کا ایک گھرانہ عاشق آل محمدؐ تھا اس گھر میں "اعجاز عرف پھالی" نام کے ایک جوان کی زبان گونگی ہوگئی تھی اور بات چیت اشاروں میں کیا کرتا تھا، اعجاز کے گھر والے اُسے لیکر امام بارگاہ قاضی غالب علی شاہ وزیرآباد پہنچے اور منت مانی کہ اگر ہمارے اس نوجوان کو زبان مل گئی، تو ہم اس امام بارگاہ میں حاضری دیں گے۔

مورخہ ۱۱ر محرم ۱۹۸۲ء کو اعجاز کی زبان اچانک نعرۂ حیدری (یا علیؑ) لگانے سے بالکل ٹھیک ہوگئی بس کیا تھا اس کے گھر والوں نے پورے محلہ میں مٹھائیاں تقسیم کیں اور اعجاز عرف پھالی نے مذہب حقہ شیعہ اثناعشری قبول کرلیا

ہم پر نہ چلا زور زمانے میں کسی کا
جب نام لیا حضرت عباسؑ، علیؑ کا[1]

---

[1] حضرت عباس علمدار کے معجزات ص ۹۹۔

مغرور سپاہی کو سزا

تقریباً ۱۳۲۶ھ کی بات ہے کہ جب ترکی فوج عراق میں آئی تو ایک فوجی جوان آلاتِ جنگ کے ساتھ روضۂ امام حسینؑ میں داخل ہونے لگا، خدام نے منع کیا کہ آپ ہتھیار اتار دیں اور پھر روضۂ منورہ میں داخل ہوں لیکن وہ نہ مانا اور ہتک آمیز کچھ فقرے بھی ادا کئے، جس کا مطلب تھا کہ صاحبانِ مزار مشتِ خاک ہیں، ابھی وہ دروازے کے اندر داخل ہی ہوا تھا، کہ اس مغرور سپاہی کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ پڑا جس سے اس کا منہ پھر گیا، اور جو پستول کمر میں لگائے ہوئے تھا اس سے از خود گولی چلی، گولی کی آواز نے ہنگامہ کھڑا کر دیا، سپاہی زخمی ہو کر زمین پر گرا لوگ اُسے اُٹھا کر باہر لے گئے، اس کے جسم سے خون رِس رہا تھا، تھوڑی دیر بعد اُسے اپنے غرور کا جواب مل گیا اور روح واصلِ جہنم ہو گئی، اس ہیبت ناک واقعہ کے بعد شب میں خدام اور عالمِ دوراں کو بشارت ہوئی کہ جب وہ گستاخ سپاہی حرم میں داخل ہو رہا تھا اس وقت بھائی کی خدمت میں بھائی موجود تھا یعنی حضرت عباسِؑ علمدار روضۂ حضرت امام حسینؑ پر حاضری دینے آئے تھے اور اس گستاخی کو برداشت کر سکے آپ ہی نے اس کو یہ سزا دی تھی۔[1]

ع کہا عباس نے فوجِ عدو سے اب کہاں ہیں وہ   صفوں سے جو نکلتے تھے بڑے جرار بن بن کر

---

[1] حضرت عباس علمدار کے معجزات ص۷۹

شاہ اسماعیل قبرِ حرؑ پر

ایران کا بادشاہ ''اسماعیل صفوی'' زیارت کی غرض سے کربلائے معلیٰ پہنچا، چنانچہ پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضۂ مطہر کی زیارت کی اور پھر جناب عباسؑ و دیگر شہدائے کربلا کے روضوں کی زیارت سے مشرف ہوا لیکن جناب حُرؑ کی قبر پاک پر نہیں گیا جو امام حسینؑ کے روضۂ منورہ سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے لوگوں نے وجہ پوچھی تو بادشاہ نے کہا: اگر حُرؑ کی توبہ قبول ہو گئی ہوتی تو پھر حضرت سے الگ کیوں دفن کئے جاتے، ساتھیوں نے کہا: اعلیٰ حضرت! جناب حُرؑ یزیدی فوج کے سپہ سالار تھے، ان کے بہت سے عزیز بھی لشکرِ یزید میں موجود تھے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ نصرتِ حسینؑ میں شہادت کے بعد لاشۂ حُر کو ان کے عزیز میدانِ جنگ سے اٹھا کر لے گئے ہوں اور وہاں دفن کر دیا ہو۔

بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے میں حرؑ کی قبر پر چلتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ میں ان کی قبر کھدواؤں گا اگر وہ واقعتاً شہید ہوئے ہیں تو ان کی لاش صحیح و سالم ہوگی اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر قبر کو ویران گاہ بنوا دوں گا۔

اس تصمیم کے بعد شاہ اسماعیل، علماء اور اپنے خاص مشیروں کے ہمراہ جناب حُر کی قبر مبارک پر پہنچا اور نبش قبر کا حکم دیا جب قبر کھد گئی تو سب حیرت میں پڑ گئے دیکھا لاشۂ حُرؑ تر و تازہ خون میں غلطاں ہے اور جسم پر بے شمار زخم لگے ہیں جس سے خون رِس رہا ہے اور

وہ رومال جو روزِ عاشورا امامِ مظلومؑ نے جنابِ حرؓ کی پیشانی پر باندھا تھا اُسی طرح بندھا ہوا ہے۔ بادشاہ یہ منظر دیکھ کر رونے لگا اور حرؓ کی پیشانی سے رومال کھولنے لگا تاکہ رومال کی برکت سے ملک میں امن وامان باقی رہے لیکن اچانک پیشانی سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا، بادشاہ کو اپنا ہاتھ روکنا پڑا اور صرف رومال کا ایک گوشہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکا۔

اس کے بعد شاہ اسماعیل نے قبرِ مطہر پر ایک مقبرہ بنوایا اور لوگوں کو زیارت کے لئے تاکید کی ۔[۱]

---

[۱] کرامات صالحین ص۳۱۵۔

کورِ مادرزاد کو چشمِ بینا مل گئی

عبداللہ ابن یونس کا بیان ہے کہ میں حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا، ناگہاں راستہ میں ایک نابینا زنِ حبشیہ کو دیکھا کہ وہ ہاتھوں کو اٹھائے یہ دعا کر رہی ہے: پروردگارا بحق علیؑ مجھے چشم بینا عطا فرما! یہ دیکھ کر میں قریب گیا اور اس سے پوچھا: اے خاتون کیا تو واقعی علیؑ کو دوست رکھتی ہے جواب دیا بیشک میں علیؑ کو دوست رکھتی ہوں وہ میرے مولا و آقا ہیں یہ سن کر میں نے اُسے بہت سے درہم و دینار دینا چاہے مگر اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بولی مجھے صرف آنکھیں چاہئے درہم و دینار نہیں عبداللہ ابن یونس کا بیان ہے کہ میں اسے چھوڑ کر مکہ معظمہ چلا آیا اور حج سے فارغ ہو کر جب میں اسی جگہ پہونچا تو دیکھا وہ خاتون چشمِ بینا کی مالک ہے اور سب کچھ دیکھ بھال رہی ہے، میں نے اس سے ماجرا پوچھا تو جواب دیا کہ میں بدستور یہی دعا کر رہی تھی کہ اچانک ایک بزرگوار نمودار ہوئے اور پوچھا: کیا تو واقعی علیؑ کو دوست رکھتی ہے میں نے جواب دیا ہاں میں علیؑ کو دوست رکھتی ہوں انھوں نے فرمایا: خدایا اگر یہ عورت اپنے دعوائے محبت میں سچی ہے تو اسے بینائی عطا فرما۔

ابھی ان کے یہ الفاظ ختم نہ ہوئے تھے کہ میری آنکھیں کھل گئیں اور میں سب کچھ دیکھنے لگی، میں نے فوراً اپنا سر اُن بزرگوار کے قدموں میں رکھ دیا اور پوچھا حضور آپ کون ہیں؟ فرمایا: وہی ہوں جس کے واسطے سے تو دعا کر رہی تھی ۔[۱]

---

[۱] چودہ ستارے ص۱۲۲

ایک جنگجو خاتون

جب جنگ اُحد شروع ہو چکی تو نسیبہ بنت کعب نے اپنے شوہر اور بیٹے کو روانہ جہاد کر دیا اور پانی سے بھری مشک اپنے کاندھے پر اٹھا کر خود بھی میدان کارزار میں جا پہونچیں جہاں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور مجاہدوں کو سیراب کرنا شروع کر دیا، زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام بھی نسیبہ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا اور جو بھی زخم کھاتا نسیبہ فوراً اس کے سرہانے پہنچ جاتی اور مرہم پٹی کر کے اُسے دوبارہ محاذ پر روانہ کر دیتی اس وقت نسیبہ کی خواہش صرف یہ تھی کہ کسی طرح مجاہدین کفار کو شکستِ فاش دیکر عظمتِ اسلام بڑھادیں اس لئے پوری جانفشانی سے ان کی ہمت بندھا رہی تھی، مگر اچانک پہاڑی درّے پر تعینات محافظین کی لاپرواہی سے جنگ کا نقشہ پلٹ گیا اور اسلامی فوج منتشر ہو گئی اور کسی بدبخت نے یہ افواہ پھیلادی کہ محمدؐ قتل کر دیے گئے۔

نسیبہ نے جب اس خطرناک صورتحال کو محسوس کیا تو تلوار اُٹھا کر خود دشمن پر ٹوٹ پڑی اور بڑی بہادری سے جنگ کرتی ہوئی دشمنوں کے مدِ مقابل جا پہونچی اور بہت سے لوگوں کو تہہ تیغ کر ڈالا نسیبہ کے اس ایمانی جذبے اور دلیرانہ جدوجہد سے مجاہدوں کی ہمت بندھ گئی اور انھوں نے اپنے دستے ترتیب دیکر دوبارہ جنگ شروع کر دی، مگر اچانک کسی دشمن نے نسیبہ کو نشانہ بنا کر زخمی کر دیا، خون کا فوارہ جاری ہو گیا، پیغمبر اسلامؐ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس کے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ ماں کی حفاظت اور مرہم پٹی کرے، بیٹا جب ماں کے قریب پہونچا تو وہ بھی کسی کے

نشانہ کی زد میں آکر زخمی ہو گیا، نسیبہ اپنا غم بھول گئی اور فوراً بیٹے کی مرہم پٹی کر کے دوبارہ میدان جنگ میں روانہ کر دیا، ابھی نسیبہ کی مرہم پٹی نہ ہوئی تھی کہ پیغمبر اسلامؐ نے ایک دشمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کے بیٹے کو زخمی کرنے والا شخص یہ ہے، نسیبہ فوراً زخمی شیرنی کی طرح اُٹھی اور تلوار لے کر اس کافر پر ٹوٹ پڑی اور ایک ہی حملے میں اس کو واصل جہنم کر دیا[۱]

اس جنگجو خاتون نے اپنے ایمان کی تازگی اور بلند ہمتی سے ثابت کر دیا کہ عورت بھی حفظِ دین کے لئے نمایاں کردار پیش کر سکتی ہے،

حضرت امام خمینیؒ عورت کے متعلق فرماتے ہیں: عورت معاشرے کی مُربّی ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ انسان ساز بھی بن سکتی ہے اور انسان سوز بھی۔

---

[۱] عظیم خواتین ص ۹۲/۹۳ کا خلاصہ۔

صفیہ اسلام کی عظیم خاتون

حضرت حمزہؓ رسولؐ خدا کے حقیقی چچا تھے، اور شجاعت و بہادری کی وجہ سے انھیں شیر خدا کہا جاتا تھا اسلام کی عظیم خاتون جناب صفیہؓ انھیں کی بہن تھیں، بھائی کی طرح انھوں نے بھی دلیری و بہادری اور بلند ہمتی ورثہ میں پائی تھی بڑے بڑے سورما ان کے نام سے گھبراتے تھے، جنگ میں عورتوں نے جب اپنے کیمپ کے نزدیک ایک یہودی جاسوس کو دیکھا تو صفیہؓ نے اپنے ہاتھ میں ایک نیزہ اُٹھایا اور اس کی ایسی خبر لی کہ وہیں ڈھیر ہو گیا جبکہ یہ جاسوس اپنے ظلم و جور اور غارتگری میں بہت مشہور تھا، اسی طرح جنگ احد میں جب آپکو مسلم فوج کی پژمردگی کا پتہ چلا تو جذبہ ایمانی اور ہاشمی غیرت نے جوش مارا اور عورتوں کے کیمپ سے نکل کر میدان میں کود پڑیں اور پیغمبر اسلامؐ کی مدد کیلئے اسلامی فوج کی ہمت افزائی کرنے لگیں، جب آپ کی بہادری و شجاعت کا مشاہدہ خود پیغمبر اسلامؐ نے کر لیا تو بڑے خوش ہوئے لیکن اس خیال سے کہ مبادا آپ شہید کر دی جائیں آپکے بیٹے کو حکم فرمایا کہ جاکر اپنی ماں کی حفاظت کرو، اس جنگ میں جب صفیہؓ کو اپنے بہادر بھائی جناب حمزہؓ کی شہادت کے بارے میں معلوم ہوا تو اپنے خاص ایمانی جذبے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ صرف راہِ خدا میں ہوا ہمیں اپنے بھائی کی شہادت پر فخر کرتی ہوں خدا اس کے عوض ہمیں جزائے خیر دے گا اس کے بعد بارگاہ احدیث میں دستِ دعا بلند کئے اور بھائی کی لاش پر چادر ڈالدی کہ جس کو ابو سفیان کی بیوی ،،ہندہ،، نے چیر ڈالا تھا اور جگر نکال کر دانتوں سے چبایا تھا۔

کیا آج کے اس بھیانک دور میں کوئی مسلم خاتون پیدا نہیں ہو سکتی جو صفیہؓ کی طرح قوتِ ایمانی اور اسلامی غیرت کا مظاہرہ کر سکے اور کم از کم اپنے حجاب سے ہندہ جیسی جگر خوروں کے دانت کھٹے کر ڈالے، اس کے لئے صرف ایمان، غیرت اور شجاعت چاہیئے پھر دیکھئے! کتنی صفیہ پیدا ہوتی ہیں جو اپنے مومن بھائیوں کی ہمت بڑھا کر اسلام و قرآن کی حفاظت کے لئے ان کو آمادہ پیکار کر سکتی ہیں۔

کیا اچھا فرمایا ہے امام خمینیؒ نے کہ:

،،عورت کے دامن سے مرد کو معراج ملتی ہے،،

ایک انوکھا تجربہ

" ابن بابویہ " سے مروی ہے کہ ایک روز " رسول اکرمؐ " گرمی کی وجہ سے درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آتا ہے اور اپنا لباس اُتار کر تپتی زمین پر لیٹ جاتا ہے اور کبھی اپنے پیٹ کو اور کبھی اپنی پیشانی کو رگڑنے لگتا ہے ، اور اپنے آپ سے کہتا جاتا ہے " دیکھ خدا کا عذاب اس گرمی سے زیادہ دردناک ہے ،

آنحضرتؐ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنا لباس پہن لیا ، آپ نے اس کو بلا کر پوچھا : اے شخص ! میں نے تجھ کو ایسا کام کرتے دیکھا ہے جو کسی دوسرے کو نہیں دیکھا بتا تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے ؟

اس نے عرض کی : اس کا سبب صرف خوف خدا ہے اور میں اپنے نفس کو یہ گرمی اس لئے پہنچا رہا ہوں تاکہ یہ جان لوں کہ خدا کا عذاب اس سے زیادہ تکلیف دہ ہے اور اس کی سختی قابل تحمل نہیں ہے ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا : یقیناً تو خدا سے ایسا ہی ڈرتا ہے جیسا ڈرنے کا حق ہے اور خدا بھی تیرے اس خوف کی وجہ سے فرشتوں میں فخر و مباہات کرتا ہے ۔[1]

---

[1] منازل الآخرہ

روز محشر میری آنکھوں کے سامنے ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن نماز صبح کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی نظر حارثہ ابن مالک پر پڑی دیکھا ان کا سر مسلسل بیداری کی وجہ سے نیچے لٹکا ہوا ہے ، چہرہ زرد ، بدن کمزور اور آنکھیں اندر دھنسی ہوئی ہیں ، آنحضرتؐ نے پوچھا : تم نے کس حالت میں صبح کی اور اب تمہارا کیا حال ہے ؟ حارثہ ابن مالک نے جواب دیا : یقین کے ساتھ " فرمایا : ہر دعویٰ کی دلیل ہوتی ہے ، بتاؤ تمہارے یقین پر کیا دلیل ہے ؟

کہا : وہ چیز گواہ ہے جو مسلسل مجھے غمگین اور پریشان رکھتی ہے راتوں کی نیند حرام اور دنوں کو روزہ رکھنے پر آمادہ رکھتی ہے ، میرا دل اس دنیا سے اُکتا چکا ہے ، اور تمام چیزوں کو میرا دل مکروہ خیال کرتا ہے صرف اس وجہ سے کہ میرا خدا پر یقین اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ گویا میں یوم حساب کے لئے بنائے گئے عرش کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور تمام محشور لوگ میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور ان کے درمیان کھڑا یہ دیکھ رہا ہوں کہ اہل بہشت کرسیوں پر بیٹھے بہشت کی نعمتوں سے مستفیض ہو رہے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت بھری گفتگو میں مشغول ہیں جبکہ اہل جہنم عذاب میں مبتلا ہیں اور فریاد و فغاں کر رہے ہیں ، گویا جہنم کی دردناک آوازیں اب بھی میرے

کانوں میں آ رہی ہیں۔
آنحضرتؐ نے صحابہؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: دیکھو! خدا نے اس کے دل کو نور ایمان سے کس طرح بھر دیا ہے، پھر حارثہ سے فرمایا: اے حارثہ تم اسی حالت پر قائم رہو، انھوں نے عرض کی: آقا! آپ میرے لئے دعا فرمائیے ——— کہ خدا مجھے شہادت عطا فرمائے۔ آنحضرت نے دعا فرمائی اور چند روز کے بعد حارثہ صحابیؓ رسولؐ حضرت جعفر طیارؑ کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔[۱]

۱۔ منازل آخرت (اردو ترجمہ) مولفہ عباس قمیؒ صفحہ ۲۳۱۔ (اختصار)

باپ دنیا کا عاشق اور بیٹا بیزار

ابو عامر بصری بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ میرے باغ کی دیوار گر گئی میں اس کی مرمت اور لپائی کے لئے ایک مزدور کی تلاش میں نکلا، بازار پہنچ کر میں نے ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھا جس کے چہرے سے عظمت و بزرگی کے آثار چھلک رہے تھے، وہ بیلا اور بیلچہ لئے ہوئے تھا اور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔
میں اس کے قریب گیا اور پوچھا: کیا تم مزدوری کر سکتے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا: کیوں نہیں! کام ہی کے لئے تو پیدا ہوا ہوں فرمائیے کیا کام ہے؟ میں نے کہا: دیوار کی مرمت اور لپائی، اس نے کہا: ٹھیک ہے مگر میری مزدوری ایک درہم اور ایک دانگ ہوگی اور نماز کے وقت میں کام نہیں کروں گا، میں نے یہ شرطیں منظور کر لیں اور اپنے ساتھ لے جا کر اسے کام پر لگا دیا۔
شام ہوئی تو دیکھا اس نوجوان نے اکیلے دس مزدوروں کے برابر کام کیا ہے، اس لئے میں نے جیب سے دو درہم نکالے اور اس کی طرف بڑھائے، اس نے قبول نہیں کئے اور وہی ایک درہم اور دانگ لیکر چلا گیا۔
اگلے دن میں پھر اُسی نوجوان کی تلاش میں نکلا، وہاں پہونچ کر پتہ چلا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن ہی آتا ہے میں نے کام روک دیا اور جب ہفتہ کا دن آیا تو پھر اس کی تلاش میں نکلا، وہ

نوجوان اسی حالت میں بیٹھا ہوا قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، میں قریب گیا، اور سلام و دعا کے بعد اُسے کام بھرے آیا اور خود کچھ فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا، میں نے دیکھا جب وہ کام کرتا ہے تو غیب سے اس کی مدد ہوتی ہے اور کام سمٹتا نظر آتا ہے، اس بار شام کے وقت میں نے اُسے تین درہم دینا چاہے، مگر اس نے انکار کیا اور وہی ایک درہم و دانگ لے کر چلا گیا۔

تیسری بار ہفتہ کے دن جب بازار گیا تو میں حیران رہ گیا، کیونکہ اس دن وہ نہیں آیا تھا، پتہ چلا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے اور ایک کھنڈر میں پڑا ہے میں نے ایک آدمی کی منت سماجت کی اور اس کی رہنمائی سے جب وہاں پہونچا تو دیکھا وہ نوجوان ڈھیلے پر سر رکھے بے ہوش پڑا ہے میں جھکا اور اس کا شانہ ہلایا لیکن حالتِ احتضار کی وجہ سے اس نے کوئی توجہ نہ کی میں نے پھر جھنجھوڑا تو اُسے کچھ ہوش آیا جب اس نے مجھے پہچان لیا تو میں نے اُسے سلام کیا اور اس کا سر اپنے زانو پر رکھنا چاہا، لیکن اس نے انکار کیا اور کہا: مجھے چھوڑ دو یہ سر خاک کے لئے ہی سزاوار ہے میں نے اس کا سر زمین پر رکھ دیا، وہ عربی کے کچھ اشعار پڑھنے لگا میں نے کہا ,, اگر تمہاری کچھ وصیت ہو تو بیان کرو ؟

نوجوان نے کہا: میری وصیت یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میرا مردہ جسم خاک پر ڈال کر خدا کی بارگاہ میں کہنا کہ پروردگارا یہ تیرا ذلیل بندہ دنیا اور مقام و منصب سے بھاگ کر تیری طرف آیا ہے تاکہ تو اُسے قبول فرمائے لہذا اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما اور اس کے گناہوں کو بخش دے پھر جب مجھے دفن کر دو تو میرے کپڑے اور بیلچہ قبر کھودنے والے کو دینا اور یہ قرآن اور انگوٹھی میرے باپ ,,ہارون رشید،، تک پہونچا دینا اور کہنا کہ یہ ایک غریب نوجوان کی امانت ہے پھر اس کو یہ پیغام دینا، لَا تَمُوتَنَّ عَلیٰ غَفْلَتِكَ ، اس نوجوان نے یہ الفاظ ادا کئے اور روح قفسِ عنصری سے

پرواز کر گئی ؎

یہ نیک چلن نوجوان کوئی اور نہیں تھا بلکہ ,,ہارون رشید،، خلیفہ عباسی کا بیٹا تھا یہ باپ کی بادشاہت اور اس کے مقام و منصب کو ٹھکرا کر خشنودی خدا کی تلاش میں نکلا تھا، جو آخرکار اُسے مل گئی۔

؎ معراج السعادہ صفحہ ۵۷۶، ۵۷۴ ۔ (مولفہ؛ عالم ربانی مرحوم ملا احمد نراقی رہ) طبع ایران ۔

افسوس کہ میں پہچان نہ سکا

ایک مرتبہ ہارون رشید۔ خلیفہ عباسی۔ کوفہ میں داخل ہوا اور اس شہر کے علماء و فضلاء کے بارے میں پوچھا کہ یہاں سب سے زیادہ عاقل، صاحب علم اور باکمال شخص کون ہے، لوگوں نے "ابن سداد" کا نام پیش کیا جو حلم و آدب کے بلند درجہ پر فائز اور زہد و تقویٰ میں سب سے افضل شمار کئے جاتے تھے، ابن سداد آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور ایک مسجد میں عبادت کیا کرتے تھے۔

ہارون رشید نے جب یہ سنا تو ابن سداد سے ملاقات کا شوق دل میں پیدا ہوا اور اپنے کچھ ہمراہیوں کے ساتھ مسجد میں آیا دیکھا کہ ابن سداد مشغول نماز ہیں وہ ان کے پاس جا بیٹھا اور جب نماز ختم ہوئی تو بڑی گرم جوشی سے ملا، سلام کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن اپنا تعارف کرانے سے باز رہا، ابن سداد نابینا ہونے کے سبب ہارون کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔ لیکن جب مصافحہ کیا تو اس کے ہاتھ کو دباتے ہوئے کہا: میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ ہاتھ کسی ظالم و جابر شخص کے ہیں، اے شخص اپنے ان نرم و نازک ہاتھوں پر رحم کھا اور آتش دوزخ سے نجات دے۔ ہارون ابن سداد کی اس بات سے بڑا متأثر ہوا اس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا: مجھے کچھ اور وعظ و نصیحت کریں۔

ابن سداد نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے ہارون کو قیامت کا خوف دلایا اور دوزخ کے

دردناک عذاب سے ڈرایا جس سے روتے روتے اس کا بُرا حال ہو گیا۔

موعظہ کے بعد جب ہارون رشید رخصت ہو کر چلا گیا تو لوگوں نے ابن سداد سے کہا: تم نہیں جانتے کہ یہ کون تھا یہ خلیفۂ وقت ہارون رشید تھا جو تم سے ملاقات کے لئے یہاں آیا تھا ابن سداد نے کہا: افسوس کہ میں اُسے پہچان نہ سکا، خدا کی قسم اگر مجھے پہلے پتہ چل جاتا کہ یہ ہارون ہے تو میں ہرگز اس سے مصافحہ نہ کرتا اور اس کی کسی بات کا جواب نہ دیتا۔[1]

---

[1] داستان کوتاہ، ص ۴۹

ایک پرندہ سے بادشاہ متأثر

جناب سید جزائری "اپنی کتاب "انوار نعمانیہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک ظالم بادشاہ شکار کے لئے کسی جنگل میں گیا، جب شکار کھیلتے کھیلتے دوپہر ہوگئی تو غلاموں نے کھانا تیار کیا اور مرغ بھون کر اس کے سامنے پیش کیا، اچانک ایک شاہین آسمان کی بلندیوں سے جھپٹا اور چشم زدن میں بھنا ہوا مرغ لے اُڑا، بادشاہ بڑا غضبناک ہوا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کا پیچھا کریں اور خود بھی شاہین کے تعاقب میں روانہ ہوا مگر شاہین ایک پہاڑ کے اوپر سے گزرتا ہوا دوسری طرف پہنچ کر غائب ہوگیا، یہ لوگ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک انسان زمین پر پڑا ہے جس کے ہاتھ پیر بندھے ہیں اور شاہین اپنی چونچ سے اس کو گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر کھلا رہا ہے، پھر جب گوشت ختم ہو چکا تو وہ اپنی چونچ میں پانی بھر کر اس کو پلانے لگا۔

بادشاہ اور اس کے سپاہیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو اس قیدی کے پاس آئے اور اس کا حال دریافت کیا، اس نے کہا: میں ایک تاجر ہوں اور تجارت کے لئے جا رہا تھا کہ ان پہاڑوں میں چوروں کے ہتھے چڑھ گیا، انھوں نے میرا سامان لوٹ لیا اور پھر مجھے مارنا چاہا، لیکن جب میں نے ان سے التجا کی تو ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے یہاں چھوڑ دیا اور فرار ہو گئے دوسرے دن یہ پرندہ میرے لئے روٹی لایا اور آج کہیں سے بھنا ہوا مرغ، یہ روزانہ دو مرتبہ میری خبر گیری کرتا ہے۔

بادشاہ نے جب یہ سنا تو بڑا متأثر ہوا اور اچانک اس کی زبان سے نکلا: "جس بادشاہت ں لوگوں کی خدمت کا موقع نہ ملے اس بادشاہت میں کوئی مزا نہیں"

اس کے بعد اس نے اپنا تخت و تاج چھوڑ دیا اور اللہ کے عبادت گزاروں میں شامل ہوگیا

ع ترکِ گنہ میں لذت قلبی ملے جسے
وہ لذت حیات سے بیگانہ ہوگیا[1]

[1] انوار نعمانیہ جلد ... صفحہ

بے حیا عابد با حیا کتّا

لبنان کے کسی غار میں ایک عابد رہتا تھا ، اس نے اللہ کے سوا ہر چیز سے دوری اختیار کر لی تھی اور سارا دن روزے میں بسر کرتا تھا ، اُسے شام کو ایک روٹی مل جاتی تھی جو آدھی افطار پر کھا لیتا تھا اور آدھی سحر کیلئے رکھ دیتا تھا ، وہ اپنی اس قناعت پر بے حد خوش تھا ، لیکن ایک شام اس کو روٹی نہ ملی تو بھوک سے تڑپ اٹھا ، بھوک میں رات تو بمشکل گزار دی مگر جب صبح ہوئی تو وہ اس دل پذیر غار کو چھوڑ کر ایک قریبی دیہات میں پہنچا جہاں کے لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے ، یہ ایک آتش پرست کے دروازے پر گیا اور اس سے اپنی بھوک کا اظہار کیا ، آتش پرست نے اِسے دو روٹیاں لا کر دیں ۔

جب یہ عابد روٹیاں لے کر چلا تو اتفاق سے آتش پرست کا نحیف و لاغر کتّا اس کے پیچھے دوڑنے لگا اور قریب آکر عابد کا دامن دبوچ لیا ، کتّا بھوکا تھا ، عابد اس خوف سے کہ کہیں یہ کاٹ نہ لے ان میں سے ایک روٹی کتّے کے آگے ڈالکر آگے بڑھ گیا ، لیکن کتّے نے روٹی کھا کر پھر اس کا پیچھا کیا ، عابد نے خوف کی وجہ سے دوسری روٹی بھی کتّے کے آگے ڈال دی ، کتّا وہ بھی کھا گیا اور دوڑ کر عابد کا دامن دبوچ لیا ، اور اسے بھنبھوڑنے

کی کوشش کرنے لگا ، عابد نے یہ دیکھ کر کتّے سے کہا : او بے حیا کتّے میں نے تجھ جیسا کتّا کہیں نہیں دیکھا کتّے نے کہا : اے صاحبِ کمال ! میں بے حیا نہیں بلکہ تو بے حیا ہے ، میں بچپن سے اس آتش پرست کی دہلیز پر بیٹھا ہوں اور اس کی بھیڑوں کی رکھوالی کرتا ہوں ، میرا مالک کبھی مجھے روٹیاں دیتا ہے اور کبھی کچھ ہڈیاں میرے سامنے ڈال دیتا ہے اور کبھی یہ بھی بھول جاتا ہے اور میں بھوک سے تڑپتا رہتا ہوں اور اس طرح کئی دن گزر جاتے ہیں کہ مجھے روٹیاں دیکھنے کو نہیں ملتی لیکن دوسروں کے دروزے پر کبھی نہیں جاتا ، کیونکہ اس آتش پرست کے دروازے پر پرورش پائی ہے اگر یہ مجھے کھلا دیتا ہے تو اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جب کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتا ہوں یہ میرا انداز ہے لیکن ذرا تو خود کو دیکھ کہ صرف ایک رات روٹی نہ ملی تو تیرے صبر کا پیمانہ چکنا چور ہو گیا اور رازقِ مطلق کے دروازے سے منھ پھیر کر ایک آتش پرست کے آگے آکھڑا ہوا ، تو نے صرف ایک روٹی کی خاطر اپنے دوست (خدا) کو چھوڑ دیا اور اس کے دشمن سے دوستی قائم کر لی اب تو خود ہی بتا کہ میں بے حیا ہوں یا تو ؟!

عابد نے کتّے کی یہ عبرت انگیز باتیں سنی تو غیرت و حیا سے منھ پیٹ لیا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا ۔

اس واقعہ کو جناب شیخ بہائی رح نے نقل فرمایا ، لہذا وہ واقعہ کے آخر میں اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہیں : اے نفس ! قناعت و صبر کا سبق اس بوڑھے اور ناتواں کتّے سے سیکھ ، اگر قوتِ صبر و قناعت ساتھ نہیں دیتی تو پھر تو اس کتّے سے بھی زیادہ بدتر ہے ! —— (منازل الآخرۃ)

حسرت کا زہر

ایک "حریص تاجر" نے اپنا تیس ہزار کا مال ایک لاکھ میں بیچ ڈالا، وہ اس نفع پر بڑا خوش تھا، لیکن خریدار نے تیسرے دن جب وہی مال تین لاکھ کا فروخت کیا تو وہ دُکھ سے بے حال ہوگیا کہ جلدی کر کے کیوں دو لاکھ کا نقصان اٹھایا ہے، اور یہی حسرت اس کے لئے زندگی کا روگ بن گئی، نہ دن کو چین ملتا نہ رات کو نیند آتی، نہ کھانے میں لذت نہ پینے میں مزہ آتا، آخر کار ایک روز وہ چونا اور گندھک پھانک کر اپنی زندگی کا چراغ گل کر بیٹھا اور ہمیشہ کے لئے حسرت کا داغ لیکر رخصت ہوگیا،

ذرا سوچئے تو صحیح کہ یہ حریص تاجر حسرت کے زہر میں کس طرح گھلا کہ اپنی دنیا بھی برباد کرلی اور آخرت بھی جہنم کے بڑھکتے شعلوں کے سپرد کر دی۔[1]

---

[1] استعاذہ ص۲۵۔

پُرخوری کا انجام

"اصفہان" ایران میں ایک بڑا آدمی خسرہ کے مرض میں مبتلا ہوگیا علاج میں حکیم صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ پُرخوری سے باز رہے ورنہ مرض پلٹ سکتا ہے اس دوران اصفہان کے کسی "نواب" نے علماء کے ساتھ کھانے پر اس کو بھی مدعو کیا، جب دسترخوان پر رنگین اور لذیز کھانے چُنے گئے تو یہ حضرت کشمکش میں پڑ گئے کہ اگر کھاتے ہیں تو پرہیز ٹوٹتا ہے اور نہیں کھاتے تو خود کے لئے بھی سخت ہے اور میزبان کو بھی ناگوار گزرتا ہے، آخر کار قرآن مجید سے استخارہ کیا، سورہ نحل کی ۶۹ ویں آیت ((ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ)) نکلی، یہ آیت شہد کی مکھی کے لئے وحیِ تکوینی کی حیثیت سے نازل ہوئی ہے جس کا مطلب ہے سب پھلوں سے کھا اور شہد تیار کر وہ حضرت سمجھے کہ آیت کھانے کے سلسلے میں ہے لہٰذا آستین چڑھا کر دسترخوان پر چُنے رنگا رنگ ولذیز کھانوں پر ٹوٹ پڑے، اور خوب شکم سیر ہوکر اٹھے مگر فوراً بد پرہیزی کے بھینٹ چڑھ گئے اور اسی محفل میں جان بحق ہو گئے۔

بعد میں جب استخارہ سے متعلق بات چھڑی تو ایک عالم دین نے فرمایا اس آیت کا روئے سخن شہد کی مکھی کی طرف ہے اگر یہ حضرت بھی ہر کھانے سے اس طرح کم لیتے جس طرح شہد کی مکھی پھل وپھول سے لیتی ہے اور تھوڑا کھاتے تو ہرگز ضرر نہ اٹھاتے۔

آیاتِ قرآن سے غلط مفہوم اخذ کرنا اور سوچے سمجھے بغیر اس کے ظاہری معانی سے کوئی مطلب نکالنا درحقیقت انسان کیلئے اتنا ہی نقصان دہ ہے جتنا اس کے مفہوم ومعانی کو اچھی طرح سمجھ کر عمل کرنا مفید ہے اور یہ کام عام انسان کے بس سے باہر ہے صاحب استعداد ہی اس کو انجام دے سکتے ہیں۔ (استعاذہ)

صدقہ دو اماں میں رہو

ابن سباط نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپ فرماتے ہیں —:
میرے اور ایک نجومی کے درمیان تقسیم زمین کا معاملہ درپیش تھا وہ اس انتظار میں تھا کہ ستارے کب اس کے موافق ہوں اور میرے مخالف، غرض وہ ایک ایسا ہی وقت دیکھ کر اپنے گھر سے نکلا، میں بھی روانہ ہوا، ہم نے زمین تقسیم کی اور تقسیم میں اچھا حصّہ میرے حق میں آگیا۔ اس نجومی نے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا:

آج جیسا منحوس دن تو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، میں نے وجہ پوچھی، اس نے کہا: میں علم نجوم کا ماہر ہوں اور آپ کو میں نے ایسے وقت میں چلنے کی زحمت دی تھی کہ جب ستارے آپ کے خلاف تھے اور میرے موافق لیکن یہاں آکر زمین تقسیم کی تو معلوم ہوا کہ اچھا حصّہ میرے حق میں نہیں آیا۔

میں نے کہا: میرے پدر بزرگوارؑ نے حضور سرور کائناتؐ کی ایک حدیث نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دن کی نحوست دور ہو جائے تو وہ صدقہ سے رات کا آغاز کرے، میں جب گھر سے نکلا تھا تو پہلے صدقہ دیدیا تھا تم بھی ایسا ہی کیا کرو یہ تمہارے علم نجوم سے کہیں بہتر ہے[1]

---

[1] قضایائے امیر المومنینؑ صفحہ ۱۲۰۔

ایک پیالے سے تقدیر بدل گئی

ایک مالدار اپنی زوجہ کے ہمراہ دسترخوان پر بیٹھا رنگارنگ کھانوں میں مصروف تھا کہ اتنے میں ایک فقیر نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اس نے کچھ مدد مانگی، یہ شخص دسترخوان سے اٹھا اور فقیر کو اِدھر اُدھر کی سنا کر جھڑک آیا، خدا کو یہ بات بری لگی اور کچھ دن بعد ہی مالدار اتنا تنگدست ہو گیا کہ اسے زوجہ کو طلاق دینا پڑی۔

عورت تو طلاق کے بعد اپنے گھر چلی گئی اور کچھ دن بعد دوسری شادی کرلی، مگر وہ شخص دربدر کی ٹھوکریں کھاتا رہا، ایک دن جب اس عورت کا دوسرا شوہر دسترخوان پر بیٹھا اور کھانا کھانے کے لئے اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اچانک ایک فقیر نے دروازہ کھٹکھٹایا، یہ شخص اپنی زوجہ سے کہنے لگا:

اچھا ہوا کہ فقیر بھی ہمارے کھانے میں شریک ہوا، لاؤ ایک پیالہ مرغ اس کو بھی دے آؤں، یہ کہہ کر وہ فقیر کو کھانا دینے چلا گیا اور جب واپس آیا تو دیکھا کہ اس کی زوجہ کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے ہیں، اس نے پوچھا: تم کیوں روتی ہو؟ زوجہ نے اپنی ساری داستان سنا ڈالی اور کہا: یہی میرا پہلا شوہر ہے کہ جو آج دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے!! اس شخص نے کہا: خدا کی قسم میں بھی وہی فقیر ہوں جو اس روز تمہارے دروازہ پر بھیک مانگنے گیا تھا۔

میں نے شیطان کی ماں کو دیکھا ہے

"انوار نعمانیہ" میں جزائری صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ قحط سالی کے دوران ایک شخص مسجد کے منبر سے لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا، کہ اگر کوئی صدقہ دینا چاہتا ہے تو ستر شیطان اس کے ہاتھ کو چمٹ جاتے ہیں اور صدقہ دینے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک شخص جو منبر کے قریب بیٹھا تھا اس نے تعجب کرتے ہوئے اپنے دوستوں سے کہا: بھلا صدقہ سے شیطان کا کیا تعلق، میرے پاس گھر میں کچھ گیہوں ہیں جنھیں ابھی لاکر مسجد میں فقراء کو تقسیم کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ شیاطین کس طرح مجھے روکتے ہیں۔

وہ شخص گھر پہنچا اور بیوی سے اپنا ارادہ بیان کیا، بیوی نے اپنا سر پیٹ لیا اور ملامت کرتے ہوئے کہا: اس قحط سالی میں تمہیں دوسروں کی فکر تو ستانے لگی اور اپنے بچوں کی کوئی پروا نہ رہی، اگر خدا نخواستہ قحط طولانی ہو گیا! تو کیا فاقوں میں بسر کرو گے؟

یہ شخص بیوی کا حال دیکھکر وسوسہ میں پڑ گیا اور خالی ہاتھ مسجد میں لوٹ آیا، دوستوں نے پوچھا: کیا ہوا، خالی ہاتھ کیوں لوٹ آئے۔ دیکھا! آخر کار شیاطین تمہارے آڑے آہی گئے اور صدقہ دینے سے تمہیں روک ہی دیا!۔ اس شخص نے جواب دیا: شیاطین تو مجھے نظر نہیں آئے البتہ ان کی ماں کو ضرور دیکھا ہے جو اس کارِ خیر میں میرے آڑے آگئی[1]

[1] استفادہ۔

حقیقی حاجی

حج کا زمانہ قریب تھا کہ ایک شخص نے سامان سفر تیار کیا اور عازم مکہ ہوا، ابھی وہ کچھ دور ہی پہنچا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک علوی خاتون پر پڑی جو مرا ہوا مرغ کوڑے سے اٹھا کر اپنے گھر لے جا رہی تھی، اُسے بڑا تعجب ہوا اور آگے بڑھ کر اس عورت سے کہا: اے خاتون! یہ مرغ شرعی طور سے ذبح نہیں کیا گیا ہے۔ کہا: میں جانتی ہوں مگر غریب و مفلسی نے مجھے اسی عمل پر مجبور کر دیا ہے۔

اس شخص کو عورت کے حال پر بڑا ترس آیا اور حج کا ارادہ ترک کر کے اپنا سارا سامانِ سفر اس کے حوالے کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد جب اس کے ساتھی حج سے واپس آئے اور وہ اُن سے ملاقات کے لئے گیا تو کوئی کہتا تھا کہ میں نے تمہیں عرفات میں دیکھا ہے کوئی یہ اظہار کرتا تھا کہ میں نے تم سے مشعر میں ملاقات کی اور کوئی یہ کہتا تھا کہ میں نے تمہیں منیٰ میں دیکھا ہے۔

یہ سن کر اس مرد مومن کو بڑا تعجب ہوا اور اپنے زمانہ کے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی وجہ پوچھی تو امامؑ نے فرمایا: یہ لوگ سچ کہتے ہیں کیونکہ اس عمل کی وجہ سے خدا نے تمہاری شکل میں ایک فرشتے کو روانہ کیا ہے جو ہر سال تمہاری طرف سے مناسک حج بجا لاتا رہے گا[1]

[1] پند ہائے جاویدان جلد ۲ ص ۲۴۵۔

حقیقی عمر کیا ہے

"سکندر بادشاہ" مختلف ممالک کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ وہ "مراکش" کے قریب ایک ایسے شہر میں داخل ہوا جس کی آب و ہوا انتہائی دلفریب اور پسندیدہ تھی، اس نے اپنے لشکر کو رُکنے کا حکم دیا اور خود قریب میں واقع ایک قبرستان میں چلا گیا، جہاں اس نے ایک قبر پر لکھا ہوا دیکھا: "مرحوم کا ایک سال کی عمر میں انتقال ہوا"، وہ کچھ آگے بڑھا تو دوسری قبر پر لکھا ہوا دیکھا: "مرحوم نے تین سال کی عمر میں وفات پائی"، اسی طرح دوسری قبروں پر بھی اتنی ہی کم عمریں لکھی ہوئی دیکھیں، "سکندر" کو بڑا تعجب ہوا کہ ایسی اچھی اور دلفریب آب و ہوا کے باوجود یہاں اتنی کم عمر کے لوگ مرجاتے ہیں، اور اپنے سپاہی کو حکم دیا کہ شہر کی نمایاں شخصیتوں کو بلایا جائے، جب وہ لوگ پہنچے تو اس نے دیکھا کہ سب لوگ بوڑھے اور سنِ رسیدہ ہیں!!

"سکندر" کو اور تعجب ہوا اور ان سے اس کا سبب پوچھا، انھوں نے جواب دیا: "ہمارے یہاں کا طریقہ ہے کہ مرنے والا زندگی کا جو حصّہ تحصیل علم اور تزکیۂ نفس میں صرف کرتا ہے وہی اسکی عمر کا حقیقی حصّہ قرار دے دیا جاتا ہے اور پھر مرنے کے بعد اسی کو قبر پر لکھ دیا جاتا ہے لہٰذا اگر کسی نے ایک سال تحصیل علم میں بسر کیا ہے تو ہم قبر پر اس کی حقیقی عمر ایک سال لکھ دیتے ہیں! سکندر نے جب یہ سنا تو حیران رہ گیا، اور تعریف کرتے ہوئے اس طریقہ کو بہت سراہا۔[1]

---

[1] مجلہ راہ اسلام شمارہ ۲، ص ۳۱

علم انسان کا زیور ہے

"راغب اصفہانی" اپنی کتاب "الذریعہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک حکیم کا گذر ایک ایسے جوان کے پاس سے ہوا جو اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا تھا، اس جوان کا گھر تو بڑا خوبصورت اور طرح طرح کی زینت سے آراستہ تھا، لیکن خود جاہل و نادان اور زیور علم سے محروم تھا، حکیم نے جب اس کے —— اس ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھا تو نفرین کرتے ہوئے اس کے منھ پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا، وہ جوان حکیم کی اس نازیبا حرکت پر جھلّا اٹھا اور منھ صاف کرتے ہوئے کہنے لگا: یہ کیا بدتمیزی ہے؟

حکیم نے جواب دیا: یہ بدتمیزی نہیں ہے کیونکہ تھوک ہمیشہ پست جگہ پر ڈالا جاتا ہے اور میں اس مکان میں تمھارے چہرے سے زیادہ پست جگہ نہیں پا سکا ہوں اس لئے اس پر تھوک دیا ہے۔

حکیم کا مقصد اس جوان کو جہالت سے نکالنے کے لئے تنبیہ کرنا تھا تاکہ وہ خود کو علم سے بھی مزیّن کرے اور سمجھ لے کہ گھر کی زیب و زینت سے انسان کو فضیلت نہیں ملتی بلکہ زیور علم انسان کی عزت کا باعث بنتا ہے۔[1]

---

[1] منازل الآخرۃ ص ۲۵۷

پڑوسی کی شکایت

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ ایک شخص پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ایک پڑوسی کی شکایت کی کہ وہ مجھے آزار پہونچاتا ہے، حضورؐ نے اُسے صبر کی تلقین دیکر واپس کر دیا، کچھ دن بعد وہ شخص پھر حاضر ہوا آپؐ نے اس بار بھی صبر کی تلقین کی اور واپس کر دیا، جب تیسری بار حاضر خدمت ہوا اور اپنے پڑوسی سے تنگ آنے کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم جمعہ کے روز صبح میں اپنے گھر کا سامان لپیٹ کر دروازہ سے باہر رکھ لو اور ہر گذرنے والے کو اپنا حال بتاؤ۔

اس نے ایسا ہی کیا جو بھی نماز کے لیئے اُدھر سے گذرتا اور اس سے پوچھتا تو وہ اپنا حال سنا دیتا، اس عمل کو تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پڑوسی اس کے پاس آیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا، بھائی خدا کے واسطے تم اپنا سامان گھر میں رکھ لو اب ہرگز میں تمہیں آزار نہ پہنچاؤں گا وہ شخص جب اپنے پڑوسی سے مطمئن ہوگیا تو اُسے معاف کر دیا اور آرام سے رہنے لگا۔

---

۱ سفینۃ البحار جلد ا ص ۶۶۔

بہو کو تنبیہ

ایک ساس کئی دن سے اپنی بہو کو تنبیہ کرنے کی فکر میں تھی کیونکہ بہو بچے کو دودھ پلانے میں اکثر سستی کرتی تھی جس کی وجہ سے ساس پر گراں گزرتا تھا، اللہ اللہ کر کے ایک دن ایسا آہی گیا۔ ساس مصلے پر بیٹھی اپنا وظیفہ ادا کر رہی تھی کہ بہو نے بچے کو ڈانٹتے ہوئے کہا: تم نے آج پھر ایک کپ توڑ ڈالا؟ ساس نے موقع غنیمت سمجھا اور وظیفہ روک کر کہا: تو کیا ہوا بیٹی ہمارے نبیؐ تو مٹی کا برتن استعمال کرتے تھے چینی کا کپ اِسے بھی اچھا نہیں لگتا۔

بہو:—— حضورؐ تو چائے نہیں پیتے تھے،

بچہ (اپنی زبانِ بے زبانی سے): بکری کا دودھ تو پیتے تھے مگر یہاں تو اُتنی کا بھی نہیں ملتا!

جی ہاں بچہ اسی وقت شرارت پر اترتا ہے جب اسکے فطری تقاضے پورے نہ کئے جائیں، بچہ تو پھر بچہ ہے اگر بڑوں کے تقاضے پورے نہ ہوں تو وہ بھی بے قابو ہو جاتے ہیں، ماں باپ خصوصاً وہ ماں باپ جو نو عمری میں اس منزل تک پہنچ جاتے ہیں اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کا پورا خیال رکھیں اور اس کی مادی و معنوی غذا بہم پہنچائیں کیونکہ کل یہی بچے اپنے ماں باپ کے نمائندے ہوں گے۔

زمیندار اور اس کا نوکر

ایک زمیندار اپنے نوکر سے بہت زیادہ کام لیتا تھا، ایک دن نوکر نے کہا: حضور آپ مجھے پورے دن کے کاموں کی فہرست بنا دیا کیجئے، تاکہ تمام کام ترتیب سے کرتا رہوں، زمیندار نے اس کی درخواست منظور کرلی اور دوسرے دن فہرست بنا کر اس کے حوالے کردی کہ سب سے پہلے میرا حقہ بھرنا، پھر بستر سمیٹنا اس کے بعد ناشتہ لانا پھر گھوڑے پر زین کسنا اور میرے ساتھ فلاں گاؤں میں چلنا . . . . . . نوکر نے حکم کی تعمیل کی اور ناشتہ کرانے کے بعد گھوڑا تیار کیا اور زمیندار کے حوالے کر دیا، زمیندار گھوڑے پر سوار ہوا اور نوکر کو اپنے ساتھ لے لیا، اتفاق سے راستے میں گھوڑا بدکا اور زمیندار کا ایک پاؤں رکاب سے نکل گیا اور دوسرا رکاب میں پھنسا رہ گیا، گھوڑا مڑ کر دوڑا تو زمیندار کا جسم آدھا گھوڑے پر اور آدھا زمین پر گھسٹنے لگا، زمیندار نے نوکر کو مدد کے لئے پکارا، نوکر نے فوراً جیب سے فہرست نکالی اور لگا دیکھنے کہ اگر گھوڑا بدک جائے تو مالک کا کیا حکم ہے! جب فہرست میں نہ ملا تو چلا کر کہا "خواہ مرتا ہے تو مر جا فہرست میں تو کہیں نہیں ہے"[1]

۱؎ نعیم الابرار جلد ۲ ص ۱۰

اپنے ہی طنز پر معاویہ خاموش

جناب عقیل، حضرت علیؑ کے بھائی تھے، حاضر جوابی میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا ایک مرتبہ کسی مصلحت کی خاطر آپ معاویہ کے پاس گئے، معاویہ نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ ایک روز اس نے اپنے درباریوں کے سامنے جناب عقیل کو شرمندہ کرنے کی غرض سے کہا: تم بنی ہاشم میں شہوت زیادہ ہوتی ہے اس لئے کئی کئی شادیاں کرتے ہو۔

جناب عقیلؑ نے فوراً جواب دیا: ہاں یہ خواہش ہمارے مردوں میں زیادہ ہوتی ہے اور تمہاری عورتوں میں!

تھوڑی دیر بعد معاویہ نے کہا: تمہارے چچا ابولہب بھی تو ہاشمی تھے وہ دوزخ کے کس درجہ میں ہونگے؟

جناب عقیل نے کہا: کسی بھی درجہ میں ہوں لیکن تمہاری پھوپھی "حمالۃ الحطب" کے اوپر ہی ہونگے!

"حمالۃ الحطب" ابولہب کی بیوی کا نام ہے جو معاویہ کی پھوپی ہوتی تھی "سورۂ تبّت" انھیں دونوں کی مذمت میں نازل ہوا ہے، معاویہ جناب عقیلؑ کا جواب سن کر بغلیں جھانکنے لگا، عمرو عاص نے جب یہ دیکھا تو اس کی جھینپ اتارنے کی کوشش کی اور فخریہ انداز میں کہا: عقیل تمہیں معلوم ہے کہ شامی لوگ عراقیوں سے زیادہ بہادر ہوتے ہیں"

جناب عقیل نے جواب دیا: ہاں یہ بات تو صحیح ہے کیونکہ شامیوں کے پاس شرمگاہ کھولنے والا ہتھیار زیادہ ہوتا ہے۔

عمرو عاص بھی اپنا منھ لے کر بیٹھ گیا کیونکہ جنگ صفین میں جب وہ حضرت علیؑ کے حملہ کی زد میں آیا تھا تو فوراً شرمگاہ کھول کر اپنی جان بچائی تھی[1]۔

---

[1] بحار الانوار جلد ۴۰ صفحہ ۱۴۴ ط جدید۔

داروغہ جی کی شیخی

"بغداد" کا ایک داروغہ ایک روز لوگوں کے مجمع میں اپنی شیخی بگھار رہا تھا، کہ اب تک مجھے کوئی دھوکا نہیں دے سکا ہے، "اتفاق سے" بہلول دانا" بھی وہاں موجود تھے، انھوں نے داروغہ سے کہا: یہ کام تو بڑا آسان ہے لیکن اس وقت مجھے ایک ضروری کام ہے ورنہ ابھی تمھیں بتا دیتا۔ داروغہ بولا: ٹھیک ہے تم پہلے اپنا کام کر آؤ اس کے بعد دیکھتا ہوں کہ تم کیسے کامیاب ہو سکو گے! جناب بہلول نے کہا: تو پس میرا انتظار کر میں ابھی آیا چاہتا ہوں

جناب بہلول؛ داروغہ سے یہ کہہ کر چلے گئے، اور پھر واپس نہ آئے۔ داروغہ دو گھنٹے انتظار کرتا رہا جب بہلول کی آمد سے بالکل مایوس ہو گیا، تو بڑبڑانے لگا اور بولا: یہ پہلی بار ہے جو اس پاگل نے مجھے اس قسم کا دھوکا دیا ہے اور میرے دو گھنٹے برباد کئے ہیں[1]۔

---

[1] بہلول عاقل ص۹۱

غرور کا سر نیچا

ایک مغرور آدمی نے کسی نابینا سے پوچھا: سنا ہے کہ خداوند عالم مصلحت کی خاطر جب کوئی نعمت سلب کر لیتا ہے تو اس کے عوض کوئی دوسری نعمت عطا کرتا ہے، بتاؤ تمھاری بینائی کے عوض اس نے تمھیں کون سی نعمت عطا فرمائی ہے؟

نابینا نے فوراً جواب دیا: بھلا اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں تجھ جیسے مغرور انسان کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا!!

وہ آدمی بہت شرمندہ ہوا اور سر جھکا کر وہاں سے بھاگ نکلا۔[1]

[1] داستانہا و پندہا صفحہ ۱۲۔

شہرت کا بھکاری

ایک شاعر نے غزل کہی اور مولوی جامی کو سنانے لگے، جب غزل سنا چکے تو مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: میں چاہتا ہوں کہ اس غزل کو شہر کے دروازے پر لٹکا دوں تاکہ شہرت ملے!

مولوی صاحب: تم بھی جا کر لٹک جاؤ اس طرح اور شہرت ملے گی۔[1]

[1] گلدستہ نقل صہ ۲۴ مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۹ھ کامل میاں چاند۔

داڑھی میں تنکا

ایک دن ہارون خلیفہ عباسی کے ایک خادم نے پنیر کھایا تو کچھ اس کی داڑھی میں بھی لگا رہ گیا، بہلول نے جب اس سے پوچھا کہ آج تم نے کیا کھایا ہے تو خادم نے شیخی بگھارتے ہوئے جواب دیا: کبوتر کھایا ہے۔

بہلول: ——— میں تمھارے کہنے سے پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم نے آج کبوتر کھایا ہے

خادم: ——— وہ کیسے؟

بہلول: ——— تمہاری داڑھی پر اس کی بیٹ نظر آگئی تھی![1]

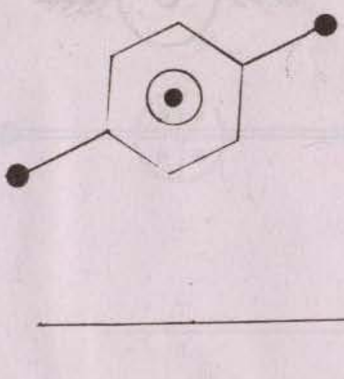

---

[1] بہلولِ عاقل ص۸۵

آہستہ بولو کہیں کتے نہ سن لیں

ایک دن "ہارون رشید" نے جناب بہلول کے لئے اپنے کھانے کا مخصوص اور پُر تکلف خوان بھیجا، خلیفہ کے خادم بہلول کے پاس گئے، اس وقت وہ ایک "کھنڈر" میں تھے، انھوں نے خوان بہلول کے پاس زمین پر رکھ دیا، کھنڈر کے اطراف میں بہت سے کتے بھی پڑے ہوئے تھے۔ بہلول نے پوچھا: یہ کیا ہے جو تم میرے لئے لائے ہو؟

خادم: خلیفہ نے آپ کے لئے اپنا مخصوص خوان بھیجا ہے۔

بہلول: ——— اس کو کتوں کے آگے رکھ دو مجھے خلیفہ کی مہربانی نہیں چاہئیے!

خادم: ——— یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، خلیفہ کا خوان اور کتوں کے سامنے ڈال دیں!

بہلول: ——— آہستہ بولو ورنہ اگر کتوں کو پتہ چل گیا تو وہ بھی کھانے سے انکار کر دیں گے۔

کس قدر اعلیٰ تعلیم تھی بہلول کی کہ دنیاوی لذائذ سے تنفر اور یہ اظہار کہ میں اس کھانے کا مستحق نہیں ہوں جس میں دوسروں کا حق مخلوط ہو، یہ کھانا تو اس قدر حقیر ہے کہ مجھ جیسا انسان کیا اگر کتوں کے آگے بھی رکھ دیا جائے تو وہ بھی اپنا منھ پھیر لیں[1]

---

[1] بہلول دانا ص۴۳

بہلول دانا اور ایک چور

ایک دن بہلول نئے جوتے پہن کر مسجد میں نماز پڑھنے آئے ، وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ان کے جوتوں پر نظر جمائے ہوئے ہے ، بہلول سمجھ گئے، اور جوتوں سمیت نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ، چور نے جب یہ دیکھا تو بہلول سے کہا: جوتوں سمیت نماز نہیں ہوتی ہے۔

بہلول نے کہا: ٹھیک ہے مگر جوتے تو ہوتے ہیں ۔[1]

[1] بہلول عاقل صفحہ ۳۲ ۔

عیب دار ترازو

ظریفوں کی ایک جماعت نے جو بہلول کے شیعہ ہونے سے واقف تھی، مزاح کے طور پر کہا: حدیث میں وارد ہے کہ جب ترازو کے ایک پلہ میں ابوبکر اور عمر کا ایمان اور دوسرے میں تمام امتِ اسلام کا ایمان تولا گیا تو ابوبکر اور عمر کا ایمان بھاری نکلا ۔

بہلول نے فوراً کہا: ہاں یہ حدیث تو صحیح ہے، مگر اس کا آخری فقرہ یہ بھی ہے کہ اس ترازو میں بڑا عیب تھا اور کچھ تولنے والے نے ڈنڈی مار دی تھی ۔[1]

[1] بہلول دانا صفحہ ۴۰ ۔

خلیفہ کی قیمت

ایک دن ہارون رشید بہلول کے ساتھ حمام گیا، وہاں پہنچ کر اس نے مزاحیہ انداز میں پوچھا: بہلول! اگر میں غلام ہوتا تو میری کیا قیمت ہوتی؟

بہلول: ـــــــ پچاس دینار!

ہارون: ـــــــ (غصہ میں) تم دیوانے ہو پچاس دینار تو میری لنگی کی قیمت ہے!

بہلول: ـــــــ میں نے لنگی کا ہی حساب بتایا ہے![1]

1. بہلول دانا ص ۴۲

چور سے ہوشیار

کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں جب گھروں میں روشنی کیلئے موم یا چربی جلانے کا رواج تھا تو ایک رات کسی شخص کے گھر میں ایک چور گھس آیا اور کمرے میں داخل ہو کر چیزیں سمیٹنے لگا، گھر کے مالک نے آہٹ سنی تو اسے چور کی موجودگی کا احساس ہوا، وہ بستر سے اٹھا اور چراغ جلانے لگا، چور کو جب معلوم ہوا کہ مالک بیدار ہو گیا ہے تو وہ سرہانے کھڑا ہو گیا اور جب اس نے چراغ کو دیا سلائی دکھائی تو آہستہ سے پھونک مار کر بجھا دیا، مالک نے جب دوبارہ جلانا چاہا تو چور نے اپنی انگلی لعاب دہن سے تر کر کے اس سے چراغ کی بتی کو گیلا کر دیا۔

نادان صاحبِ خانہ سمجھ نہ سکا کہ کوئی موجود بھی ہے جو یہ حرکت کر رہا ہے وہ یہی سمجھتا رہا کہ ہوا کے جھونکے سے چراغ گل ہو جاتا ہے، آخر کار جب چراغ روشن نہ ہوا اور پیروں کی آہٹ بھی سنائی نہ دی تو مطمئن ہو کر سو گیا اور چور اپنا کام کر کے نو دو گیارہ ہو گیا۔[1]

یقین کیجئے کہ شیطان کی مثال بالکل اس چور جیسی ہے جو اپنے مختلف حیلوں اور فریبوں سے نادان لوگوں کو اپنے دام میں پھنسا لیتا ہے اور ان کے پاکیزہ دل چرا کر فرار ہو جاتا ہے لہٰذا شیطان کے مکر و فریب سے ہر وقت ہوشیار رہیں اور کسی نتیجے تک پہونچنے کا موقع دیں![1]

1. ـــــــ استعاذہ استاد شہید دستغیب ص ۴۶

شیطان پانی میں

ایک دن کسی بد اخلاق آدمی نے بہلول سے کہا: "میری خواہش ہے کہ میں شیطان کو دیکھوں"

بہلول نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا: "صاف پانی میں دیکھو شیطان نظر آجائیگا۔"[1]

[1] بہلول عاقل صفحہ ۸۸

کون زیادہ بُرا ہے

حضرت علی علیہ السلام نے ایک شخص کو کہتے سُنا کہ بخیل شخص ظالم کی نسبت قابل رحم ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم غلط کہتے ہو، کیونکہ ظالم کے لئے ممکن ہے کہ وہ توبہ و استغفار اور اپنے مظالم و زیادتیوں کی تلافی کر گزرے، لیکن بخیل جب بخل کریگا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ وہ زکوٰۃ دیگا اور نہ صدقہ نہ صلہ رحم کریگا اور نہ مہمان کی خاطر و مدارت نہ راہِ خدا میں خرچ کریگا اور نہ نیک کاموں پر لہذا بخیل جنت میں نہیں جاسکتا۔

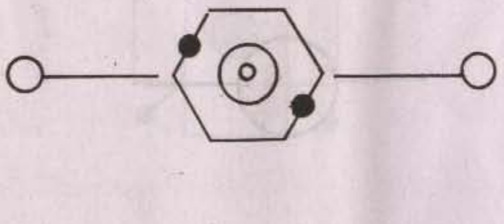

[1] قضایائے امیر المومنین صفحہ ۱۶۱ ۔

رمضان کیسے گیا

ایک عبادت گزار نے کسی مجلس میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"پتہ نہیں ماہِ رمضان ہم لوگوں سے راضی ہو کر گیا یا نہیں؟"

ایک مردِ ظریف نے جواب دیا: "جی ہاں ماہِ رمضان ہم لوگوں سے راضی ہو کر گیا ہے"

عبادت گزار نے پوچھا:

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

اس نے جواب دیا "اگر ناراض ہو کر جاتا تو اگلے سال نہ آتا"

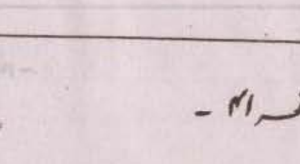

۱ راہِ سلام شمارہ ۶۳ صفحہ ۱۴۱ -

مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ

ایک عالم دین نے نماز سے پہلے بطور وعظ فرمایا اگر پیشانی اور ناک سجدہ گاہ پر آجائیں تو یہ مستحب ہے، ایک بزرگ ناک کو ناف سمجھے اور جب سجدے میں گئے تو بڑی جدوجہد کی کہ ناف اور پیشانی ایک ہی سجدہ گاہ پر آجائے وہ کبھی آگے بڑھتے تھے کبھی پیچھے ہٹتے تھے مگر یہ منزل سر نہ ہوتی تھی آخر عاجز آکر مولانا صاحب سے فرمانے لگے: "اللہ رسولؐ کا حکم سر آنکھوں پر مگر یہ کام فرشتے ہی کر سکتے ہیں انسان نہیں کر سکتا۔"

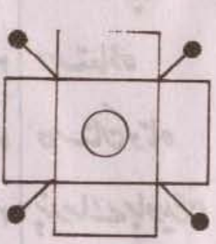

۱ سیرتِ علی صفحہ ۲۲۶

منابع کتاب

۱	ترجمۂ قرآن فرمان علیؒ	۱۳	کرامات صالحین	۲۵	داستانہا و پندہا
۲	فروع کافی جلد ۸	۱۴	حلیۃ المتقین	۲۶	داستانہائے شگفت
۳	مناقب شہر آشوب	۱۵	چودہ ستارے	۲۷	عرفان امامت
۴	بحار الانوار	۱۶	کشکول شیخ بہائیؒ	۲۸	نعیم الابرار
۵	سفینۃ البحار	۱۷	تہذیب الاسلام	۲۹	عظیم خواتین
۶	احقاق الحق جلد ۱۲	۱۸	معراج السعادہ	۳۰	حضرت عباسؑ کے معجزے
۷	حیات القلوب	۱۹	منازل الآخرہ	۳۱	رسالہ راہ اسلام
۸	ارشاد شیخ مفیدؒ	۲۰	انوار نعمانیہ	۳۲	" بعثت
۹	مجالس " "	۲۱	استعاذہ	۳۳	بہلول دانا
۱۰	سیرت علیؑ	۲۲	داستان کوتاہ	۳۴	" عاقل
۱۱	سیرت امیر المومنینؑ	۲۳	پندہائے جاویدان	۲۵	گلدستہ نقل
۱۲	قضایائے امیر المومنینؑ	۲۴	داستان راستان	۳۶	کشکول نمونہ

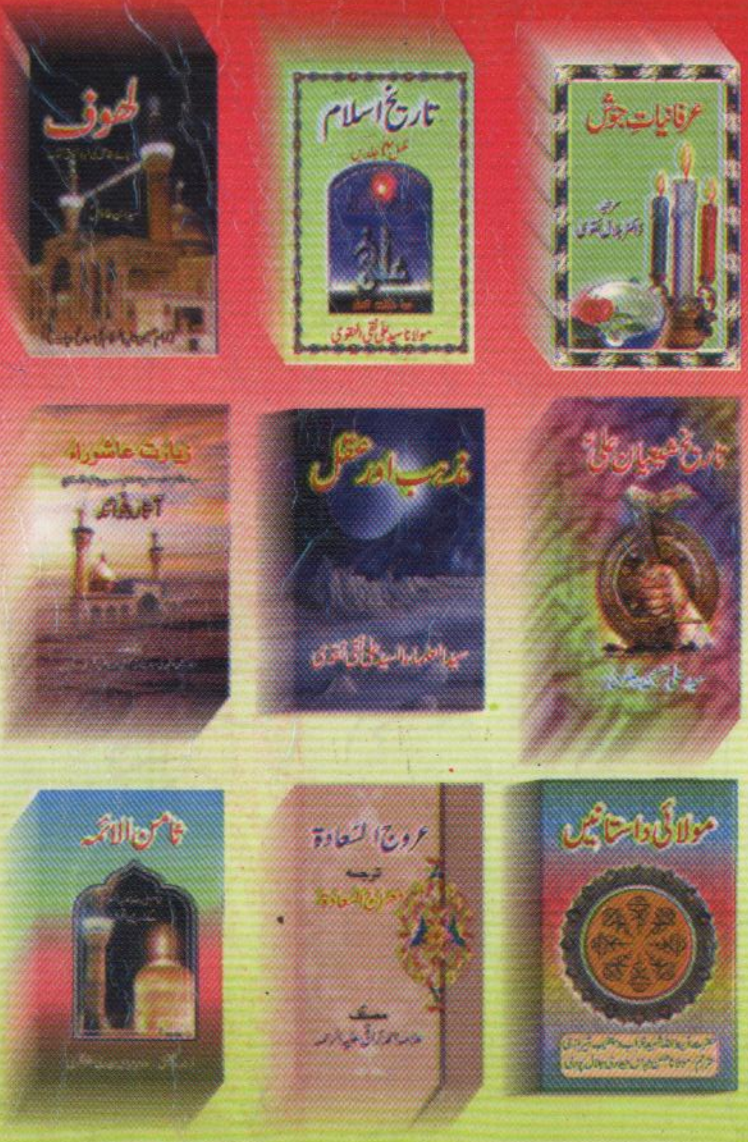

ABBAS BOOK AGENCY
Rustam Nagar, Dargah Hazrat Abbas, Lucknow-3
Ph.: 2647590, 2001816 Fax: 2647910